آرزوئے وِصال

آرزوئے وِصال......اورغمِ ہجراں

کچھ آس کے قریب تھے کچھ یاس کے قریب
لمحے جو آرزو کے سہارے میں آئے تھے
(ساجدؔ پیرزادہ)

جملہ حقوق اشاعت بحق ''شانزے پیرزادہ'' محفوظ ہیں۔
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

تعارف کتاب

نام کتاب	:	آرزوئے وِصال
مصنف	:	ساجد پیرزادہ
ترتیب واہتمام	:	رضاالحق صدیقی
کتابت	:	محمد جمیل بسمل، اتحاد سنٹر، بلیوایریا، اسلام آباد
سرِورق	:	نیشے پیرزادہ
صفحات	:	107
تعداد اشاعت	:	500
طباعت اوّل	:	2013ء۔ طباعت دوئم: 2019ء
مطبع	:	شایان پرنٹرز، برنس روڈ، کراچی
قیمت	:	350 روپے

ناشر و تقسیم کار:
حریم اثر۔لاہور۔پاکستان
لبینہ رضا۔واجد ایم پیرزادہ۔رفیدہ پیرزادہ:99۔جے ون، واپڈا ٹاؤن، لاہور

پتہ مصنف:
(مندرجہ ذیل ایڈریس برائے خط وکتابت)
موبائل: 0300-3972133 ای میل: sjdpirzada@gmail.com

تعارف مُصّنف

پورانام	:	ساجد مختار پیرزادہ
جائے پیدائش	:	لاہور۔ پاکستان
تاریخ پیدائش	:	21-اگست 1952ء
پیشہ	:	سابقہ بینکاری۔کنسلٹنٹ۔کراچی
سماجی خدمات	:	سی ای او۔سماجی رفاہی ادارہ۔کراچی (مائیکروفنانس سیکٹر)

ساجدؔ کہاں کہاں پہ گرے اور سنبھل گئے
ٹھہرے کہیں تو پوچھیں گے آوارگی سے ہم

مُصنّف کے دادا اور روحانی اُستاد

حکیم غلام قادر آثؔر نوشاہی جالندھری

عُشّاق ہم کو کُشتۂ محبوب جان کر
تعویز چومتے ہیں ہمارے مزار کا
(غلام قادر آثؔر)

نمونہء کلام۔ غلام قادر آثر جالندھری

1929ء میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی اسلامیہ ہائی سکول جالندھر آمد پر استقبالیہ کلمات جو لکھے اور پیش کیے:

خیر مقدم علامہ اقبال

مژدہ ایدل کہ ثنا گوئے نبی مے آید
عاشقِ زارِ رسولِ عربی مے آید

میر سید حضرتِ اقبال و باستقبالش
یک جہاں بین کہ بصد مضطربی مے آید

احترامش بصد اعزاز بما فرض آید
غلامِ خاص شہ مطلبی مے آید

تازہ از زمزمۂ خویش کند جانہا را
بلبلِ باغِ شہ مطلبی مے آید

طرحِ خرمی اے معشرِ اسلام افگن
آنکہ از دیر و ارمِ طلبی مے آید

غیر از روحِ قدس نیست کسی زو آگاہ
بردش آنچہ ز فیضِ وہبی مے آید

آنقدر کیف و سرور ز کلامش آید
کہ از صدِ خم خمرِ عنبی مے آید

تا کہ سیراب ز فیضانِ کلامش گردند
اے اثر خلق بصد تشنہ لبی مے آید

حکیم غلام قادر آثر جالندھری

اختصار کے ساتھ۔ جناب غلام قادر آثرؔ جالندھری کے بارے میں:

(بستی شیخ درویش۔ جالندھر۔ انڈیا 1856ء تا 1937ء)

	وجہ شہرت	ان کی کتب کے نام
۱	شاعری: فارسی اور اُردو کے پُرگو اور خوش گلو شاعر۔ ہفتہ وار طرحی مشاعروں کا انعقاد آستانۂ آثرؔ پر منعقد کروانے کے روحِ رواں۔	۱۔ دیوانِ آثرؔ (منظوم فارسی اور اُردو) ۲۔ مثنوی چناں چنیں ا(منظوم اُردو) ۳۔ گلدستۂ نوشاہی (منظوم فارسی اور اُردو) (اس میں غزلیات اور رباعیات، قطعات تاریخ، مدحیات، قصائد اور مناقبات شامل ہیں)
۲	علم و ادب: علم و ادب و دیگر علوم میں کافی مہارت پائی۔ اُن کی خاندانی لائبریری میں تقسیمِ ہند کے وقت 1500 سے زائد قلمی نسخے موجود تھے۔	۴۔ آئینہ عرفان (نثریہ۔ اُردو)
۳	سماجی و سیاسی حیثیت: 1925ء سے 1930ء تک میونسپل کمشنر تعینات رہے اور ایک طویل عرصے تک ممبر کمیٹی جالندھر شہر رہے۔ شہر کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے اور رئیس اعظم جالندھر قاضی سیّد محبوب عالم بھی ان کے سمدھی تھے۔ ان کے بڑے بیٹے آل انڈیا مسلم لیگ جالندھر کے صدر تھے۔	

۴	حکیم شاہی یونانی طب: ایک ماہر طب یونانی تھے اور والیانِ ریاست بھی اُن سے استفادہ کرتے تھے۔ 1927ء میں طبی کانفرنس لاہور کی صدارت کی تھی۔	۵۔ اشاراتِ الشفاء (نثر یہ۔فارسی)
۵	روحانی سلسلہ: حضرت سائیں شیر شاہ قادری (سلطان پورہ۔عقب انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) کے خلیفہء رشید اور پھر سجادہ نشین تھے۔شہرت بطور صوفی و سالک + علومِ فقہ و تصوف اور علومِ عروضی و قوافی کے ماہر۔	٦۔ انوارالقادریہ (نثر یہ۔اُردو)

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اَب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

انتساب

☆ حضرت حکیم غلام قادر آثر جالندھری کے نام:

(جن کے فیضانِ نظر کی بدولت، اُن کی شاعری کے خزانے میں سے ایک ذرّہ میرے حصّے میں آ سکا)

☆ اپنی والدہ (مرحومہ) سیّدہ بتول خاتون کے نام:

(جنہوں نے ہمیشہ ہی باادب بانصیب اور تعلیم کے ساتھ تربیت پر زور دیا۔

اے ماں تیری عظمت کو سلام! (مائیں نی میں کِنوں آکھاں درد......)

☆ اور ''اُن'' کے نام:

(جو نہ صرف درد کی چاشنی کا محرک بنتے رہے بلکہ غمِ جاناں کے دائرے سے اور آ گے، بہت سے دوسرے حقائق کے کُھلنے کا بھی باعث بنے۔)

اُلفت کی داستاں کو لفظوں سے سجا کر
پیشِ نگاہِ اہلِ ادب کر رہا ہوں میں

صفحہ نمبر	ترتیب فکر	نمبر شمار
16	پیش لفظ (کچھ اپنے بارے میں)	
28	رائے گرامی (از: انور ڈیرہ دُونی)	
35	نام ونشاں تھا (حمد باری تعالیٰ)	۱
36	تُو عریض ہے (حمد باری تعالیٰ)	۲
37	دل و جان ہے اذکارِ محمد (نعت رسول مقبول ﷺ)	۳
38	صبا مدینے میں (نعت رسول مقبول ﷺ)	۴
39	خیر البشر پیدا ہوئے (نعت رسول مقبول ﷺ)	۵
40	امام حسینؓ (منقبت)	۶
41	داتا گنج بخشؒ (منقبت)	۷
42	ماں	۸
43	ایک خلش (ماں کیلئے۔ نظم)	۹
44	پھول (نظم)	۱۰
45	کلیاں (نظم)	۱۱
46	بہار کے دن (نظم)	۱۲
47	آرزوئے وصال	۱۳
49	زُلفیں	۱۴
50	آنکھ تو ملا	۱۵
51	مسکرا کے دیکھ	۱۶
52	شکار کرتے ہیں	۱۷
53	غارت گرِ شباب	۱۸
54	روشنی کیلئے	۱۹
55	دیوانگی	۲۰

صفحہ نمبر	ترتیب فکر	نمبر شمار
56	زندگی کا زخم	۲۱
57	تمہاری یاد	۲۲
58	جُدائی کی گھڑی	۲۳
59	زد میں آشیانہ	۲۴
60	بُھلا دیا نہ ہو	۲۵
61	وہ اپنا نہیں رہا	۲۶
62	دل کی شکستگی نہ دیکھ	۲۷
63	دار تک آ پہنچا ہے	۲۸
64	رقص درویش......مخمور نشے میں	۲۹
65	غم ہم نہ کریں گے	۳۰
66	آخر سلام آ ہی گیا	۳۱
67	آ گئے ہیں ہم	۳۲
68	بادہ خواران	۳۳
69	زندگی، غم اور بے بسی	۳۴
71	ستاتے چلے گئے	۳۵
72	آندھیوں میں دیئے جلائے ہیں	۳۶
73	بہلا رہا ہوں	۳۷
74	شاعر بنا دیا	۳۸
75	زندگی رنگ بدلتی ہے	۳۹
76	دلِ داغدار ہنستے ہیں	۴۰
77	مر جانے تک	۴۱
78	داستانِ غم سُنا دوں	۴۲

صفحہ نمبر	ترتیب فکر	نمبر شمار
79	دل کی خوشی کر لے	۴۳
80	قاتل ہے کہاں	۴۴
81	مذاق تمنا اُڑا گئی	۴۵
82	معلوم ہوتی ہے	۴۶
83	قربان کرتے جائیے	۴۷
84	دردِ عشق	۴۸
85	چراغاں کریں گے	۴۹
86	نہ میرے اختیار میں	۵۰
87	الزام آ گیا	۵۱
88	دل کی داستان	۵۲
89	اِک جذبہ رواں پایا	۵۳
90	ارمان ابھی تک	۵۴
91	ہر بات پہ روتے ہیں	۵۵
92	بے قراریٔ عشق	۵۶
93	دُنیا کا ٹھکرایا ہوا	۵۷
94	اپنا لیا دوستی سے	۵۸
95	زندگی کی بَربیت پر	۵۹
96	تُو کیا جانے	۶۰
97	سو گئی ہے	۶۱
98	بُھول جا	۶۲
99	میری تقدیر بَر آئی	۶۳
100	متفرق قطعات، رُباعیات اور اشعار	۶۴
106	حوالۂ کتب	

پیشِ لفظ

’’کچھ اپنے بارے میں‘‘

میں معمول سے ہٹ کر ایک مختلف کام کرنے جا رہا ہوں جو شاید کچھ صاحبان پسند نہیں کریں گے۔ یعنی اولاً کراچی یا لاہور کے کچھ مشہور شعراء حضرات کی آرائے گرامی کے بجائے، ایک ایسے محترم بزرگ شاعر پر اکتفا کرنا، جو کہ مکمل گوشہ نشین ہو چکے ہیں (آپ اعلیٰ فنی مقام کے حامل ہیں اور چند ایک جیّد شعراء کے کلام کی اصلاح بھی کرتے رہے ہیں۔ لیکن حادثاتِ وقت کی ستم ظریفی کہ ان کو وہ پذیرائی بالکل نہ دی گئی جس کے وہ مستحق تھے)۔ ثانیاً یہ کہ نہ کوئی چھوٹا موٹا تعارفی اجتماع اور نہ کسی قسم کی Get-together وغیرہ۔ حالانکہ یہ سہولت مجھے باآسانی میسر ہو سکتی تھی۔ دراصل میرا یہ ماننا ہے کہ یہ مختصر اور عامیانہ سا کلام، جس کے پیچھے کوئی سماجی، سیاسی یا مالی منفعت بھی کارفرما نہیں ہے، تو پھر کیوں اس کو ادبی سٹاک مارکیٹ میں ریٹنگ کے چکّر میں ڈالا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کلمات کو ریکارڈ کرنا مقصود ہے یا پھر قریبی احباب تک پہنچانا اور بس۔ میں خود بھی اب غمِ جاناں کے دُکھڑوں کے بجائے (جزوی طور پر غمِ دوراں یا پھر) کسی دوسرے رنگ کو پسند کرنے لگا ہوں۔ شاید وقت کا دھارا ہر چیز کو تہہ و بالا کر دیتا ہے اور بالآخر اس امر کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ تمام تر دنیاوی معاملات ایک پلڑے میں اور صرف مخلوقِ خدا سے پیار اور خدمت دوسرے میں۔ مگر زبانی نہیں بلکہ عملی مظاہرہ درکار ہے اور یوں اپنے حصے کی شمع جلاتے رہنا ہی اصل زندگی ہے۔

درحقیقت کسی کو دی ہوئی خوشی تو خُدا کو قرض دینے کے برابر ہوتی ہے جو کہ لَوٹ کر واپس مل جاتی ہے۔

بقول شاکرشجاع آبادی

"تُوں دیوا بال کے رَکھ چا، ہوَا جانے خُدا جانے!"

بابا بلھّے شاہ کیا خوب کہتے ہیں:

مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے، ڈھا دے جو کُجھ ڈھیندا
پر کسے دا دل نہ ڈھانویں، رب دلاں وچ رہندا

میرا شاعری سے دلچسپی اور رغبت کا پس منظر وراثت کے حوالے سے تو بہت پرانا ہے لیکن ذات کے حوالے سے بالکل نووارد۔ ایک گمنام سا شخص، طبعاً تنہائی پسند، کم گو اور مجمعوں سے گھبرانے والا۔ کلاسز میں بھی اکثر Back-bencher رہنا پسند کرتا تھا۔ شاید اسی لئے کبھی کسی مشاعرے وغیرہ میں بھی پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ اخبارات میں بھیجنے کا ارادہ کیا تو خیال آتا تھا کہ آج کے دَور میں اتنے اعلیٰ لکھاریوں کے ہوتے ہوئے اپنی کیا اوقات۔ صرف قریب ترین دوستوں کی حد تک کچھ اجزاء سنائے جاتے رہے۔ پھر کچھ باذوق ساتھیوں کی طرف سے تاکید ہوئی کہ اس بکھرے ہوئے سلسلے کو یکجاء کر لینا چاہیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہر شخص کی طرح اور خصوصاً ہر شاعر کی خواہش کے مطابق، نام ونمود کا متقاضی کون نہیں ہوتا۔ لیکن دوسری مصروفیاتِ زندگی نے موقع ہی نہ دیا۔ نوکری سے فراغت کے بعد کچھ وقت ہاتھ آ پایا تو سوچا کہ اپنے خاندان کے ماضی سے، ادب وشاعری کے حوالے سے جو رشتہ ٹوٹا ہوا ہے اس کو جزوی طور پر بحال کرنے کی ایک ادنیٰ سعی کی جائے۔

میری عمر اٹھارہ سال تھی جب جامعہ ملیہ کالج کراچی سے 1970ء میں گریجویشن

(اضافی اُردو اَدب کے ساتھ) مکمل کیا۔ ڈاکٹر محمود حسین (جامعہ ملیہ دہلی کے بھی بانی) پروفیسر ایس ایم شفیع (علیگ، پرنسپل) پروفیسر کرار حسین (بعد میں بلوچستان یونیورسٹی کے وائس چانسلر)، این ڈی خان (ایک ممتاز سیاسی اور سماجی شخصیت) اور اخلاق اختر حمیدی (بعد میں کراچی یونیورسٹی کے Dean) جیسے جیّد اساتذہ سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ آج کا جامعہ ملیہ دیکھ کر یقین ہی نہیں آتا کہ یہ وہی عظیم مادرِ علمی ہے کہ جس کو پاکستان کا ''علی گڑھ'' کہا جاتا تھا۔ اَب اس کے وسیع وعریض طلباء ہاسٹل میں رینجرز ہاسٹل قائم ہے۔ اور یادگار کینٹین ''کیفے ڈی پُھونس'' والی جگہ پر چائے کے بجائے پانی کی سپلائی اور بلیک کا بڑا سا ''آب گڑھ'' بن چکا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں جامعہ کی Co-ed میں اُلجھ کر Nostalgic ہو جاؤں ہم آگے چلتے ہیں۔

بہر حال کالج کے چار سالوں میں اَدبی سرگرمیوں کے بجائے مختلف کھیلوں میں بھرپور شرکت کرتے ہوئے انعامات وٹرافیاں اور خاص کر ٹیبل ٹینس میں کالج کا کلر حاصل کیا۔ اکیڈمک سرگرمیوں میں کالج کے طلباء کے درمیان اکنامکس میں پہلا ''شیرازی گولڈ میڈل'' ملا۔ ایم اے اکنامکس کا داخلہ منسوخ کر کے فوج میں جانے کا شوق سوار ہو گیا۔ اُن دنوں مشرقی پاکستان کی جنگ کی وجہ سے نیشنل کیڈٹ کور (NCC) کے تحت، کالجوں سے نوجوان لئے جا رہے تھے چنانچہ فوراً Join کر لیا۔ ہم کو پہلے 26 بلوچ رجمنٹ میں رکھا گیا اور پھر 57 بلوچ رجمنٹ کی تشکیل کر کے NCC والے نوجوانوں کو اسی میں شامل کر دیا گیا۔ جنگ 1971ء سے پہلے حیدر آباد کینٹ اور کراچی کینٹ میں ٹریننگ دی گئی اور پھر ماری پور کے پاس جنگ کے دوران تعینات کر دیا گیا۔ ہم لوگ نہایت پُر جوش تھے کہ مشرقی

پاکستان کی جنگ میں بھیجا جائے گا یا پھر یہاں پر کسی بارڈر پر جاسکیں گے۔اس دوران ایک آخری ''بڑے کھانے'' پر ''Bon-Fire'' ہوا اور رات بھر موسیقی اور نوجوانوں کے رقص کی محفل بھی چلتی رہی (جو کہ فوجی افسران کے کلچر کا حصہ ہوتا ہے) لیکن اکثر کیڈٹس کو اس وقت سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کہ جب بہت سارے والدین اور شہریوں کے احتجاج پر آگے جانا منسوخ کر دیا گیا، اس بنیاد پر کہ ہم لوگ ابھی Unskilled تھے۔پینتیس سال بعد یہ انکشاف بھی ہوا کہ الطاف حسین (بھائی) MQM والے، بھی اس تمام عرصے میں ہمارے ساتھ بھرپور اور پُر جوش انداز میں شاملِ تربیت تھے۔اس طرح جنگ کے اختتام پر اور ٹریننگ پوری ہونے پر ''تمغہء حرب'' حاصل کیا۔لیکن بہر حال ایک زبردست تجزیہ اور تجربہ کرنے کو ملا کہ فوجی زندگی خاصی دشوار گزار اور بالکل مختلف ہے اور بطور پیشہ اپنانے کے معاملہ پر سوچنا پڑے گا۔

یہاں سے فراغت پا کر انگریزی مزید بہتر کرنے کا شوق ہوا۔چنانچہ امریکن کلچرل سینٹر میں انگلش کی کلاسز اور لائبریری میں داخلہ لیا اور ڈپلومہ حاصل کرنے کے فوراً بعد اچھی ملازمتوں کے گرد گھومنا شروع کر دیا۔خوش قسمتی سے جلد ہی 1973ء کے اوائل میں بینک افسری مل گئی اور سٹاف کالج مکمل ہونے پر 1974ء میں لاہور پوسٹنگ کر دی گئی۔اس دوران ساری فیملی بھی لاہور شفٹ ہو گئی تھی چونکہ جائیداد کے کلیم لاہور ہی میں ملے تھے۔ اس تمام داستان کو سنانے کا مقصد یہ ہے کہ سارے شوق بھرپور طور پر پورے کیئے، سوائے شعر و اَدب کے۔گویا تمام وقت ''سُوئے اَدب و سخن'' ہی میں گزار دیا۔

جوں جوں ملازمت میں ترقی ہوتی رہی، اسی طرح Deposit Targets بھی

بڑھتے رہے اور انہوں نے کبھی پیچھا ہی نہ چھوڑا۔ عام زندگی میں (اُس وقت) جن لوگوں سے رابطہ کرنا بھی ناپسند تھا، اُن کے آگے پیچھے ہونا اور پھر اُن کو میاں صاحب، چوہدری صاحب یا ملک صاحب وغیرہ بھی کہنا ہوتا تھا۔ یوں دھڑا دھڑ بینک میں کھاتے کھولتے رہنے کا سلسلہ چلتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے دِلوں میں اکاؤنٹ کھولنے کا فن بھی خوب آ گیا۔ بلکہ ایک آدھ بار تو ایسا بھی ہوا کہ مالیاتی مسائل کے حل کیلئے آنے والے ''Client'' جو ہمیں ان امور کا ڈاکٹر جان کر آئے، مگر جاتے ہوئے خود ہمیں ہی مریض بنا گئے۔ بہرحال باوجود کوشش کے آدابِ ملازمت سے نابلد ہی رہا، جو کوئی اچھا وصف نہیں سمجھا جاتا ہے فی زمانہ۔

بقول انورؔ ڈیرہ دُونی صاحب کے:

نظمیں لکھتا رہا غزلیں کہتا رہا، گیت اُنس و محبت کے گاتا رہا
دل سلگتا رہا خون جلتا رہا، پھر بھی میں ظاہراً مسکراتا رہا

بہرحال سچی جھوٹی قسم کی مسکراہٹوں اور بھرپور سوشل لائف کا سلسلہ چلتا رہا۔ لیکن اندر کا خانہ تنہائی اور اُداسی ہی کا شکار رہتا تھا اور یہ کیفیت اکثر طاری رہ کر سکون بھی دیتی تھی، جو بظاہر سمجھ سے باہر تھا۔ زندگی کی بہت سے کیفیات سے گزر ہوتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے آنسو Mute کر لینے پر بھی عبور حاصل ہوتا چلا گیا۔ البتہ مختلف مراحل پر بچپن سے لے کر آج پچپن تک الفاظ کی موسیقیت اور اونچ نیچ متوجہ کرتی رہتی تھی۔ شاعرہ صبیحہ صباؔ کیا خوبصورت عکاسی کرتی نظر آتی ہیں اس کیفیت کی۔

موسم یہ اُداسی کا برسوں سے نہیں بدلا
ویسے تو سبھی موسم ہر سال بدلتے ہیں

ماضی قریب میں تقریباً ایک دہائی قبل، معاملاتِ زندگی میں شدید زِیروزَبر درپیش ہوئی اورعجیب وغریب پیچیدگیوں کا سامنا ہوا۔ انتہائی قریبی رشتوں اورلوگوں کے رویئے حیران کُن تھے۔ کچھ ایسے گھاؤ واقعتاً لگے کہ دل کی بات کُھل کرقلم پرآئے بغیر رہ نہ سکی۔ یعنی جیسے کہ ATM کارڈ مشین میں Insert ہو جائے، Pin Code بھی صحیح ہو، بیلنس بھی موجود ہو لیکن Link Down کی بناء پر Transaction کینسل کرنا پڑ جائے اور جب مشین Ok ہو تو بہت دیر ہو چکی ہو اور ضرورت بھی ختم۔ یوں مختلف اثرات نے الفاظ کی نغمگی اور سوز میں مزید اضافہ کیا اور کچھ زیادہ سنجیدگی سے متوجہ کیا۔

اَدب کے حوالے سے خاندان کی مختصرسی سرگزشت پیش کرنا ضروری ہوگا، قارئین کی دلچسپی کی خاطر۔ کچھ یوں ہے کہ آباؤ اجداد کا تعلق مدینہ (عرب) اور پھر ہرات (افغانستان) کے بعد پچھلے 475 سال سے تقسیمِ ہند تک متحدہ ہندوستان میں پنجاب کے شہر جالندھر (بستی شیخ درویش) سے تھا۔ علمی اور ادبی حوالہ سے جالندھر کو پنجاب کا لکھنو کہا جاتا تھا۔ میرے دادا حکیم غلام قادر آثر جالندھری (1856ء-1937ء) ایک اعلیٰ شعری و اَدبی ذوق رکھتے تھے۔ وہ فارسی اور اُردو کے پُرگو شاعر تھے۔ حضرت مولانا گرامی بھی ان کے ہم مکتب اور ہم نشین تھے۔ صاحب دیوان ہونے کے ناطے ان کی 6 عدد کتب / طویل مجموعے ہیں۔ بدقسمتی سے زیادہ تر تصنیفات کو تقسیم ہند کے وقت ہنگاموں کی وجہ سے لایا نہ جا سکا۔ البتہ دو کتب (دیوانِ اثر اور انوار اُلقادریہ) ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ 1929ء

میں جب حضرتِ علامہ اقبال جالندھر تشریف لے گئے (اسلامیہ ہائی اسکول کی تقریب میں) تو اُن کو خوش آمدید کہتے ہوئے فارسی نظم انہوں نے ہی پیش کی تھی۔

پرانے لوگ واقف ہیں کہ ہمارے وہاں ''آستانۂ اثر'' پر، بڑے مشاعرے اور سماع کی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ اور باقاعدہ ہفتہ وار طرحی مشاعروں کا انعقاد بھی ہوتا تھا۔ اُس دَور کے معروف شعراء بشمول ابوالاثر حفیظؔ جالندھری، رسؔا جالندھری اور علامہ عیشؔ فیروز پوری جیسے جیّد اساتذہ بھی اپنے کلامِ بلاغت نظام سے سامعین کو مسحور و محظوظ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح محفل سماع میں باقاعدگی کے ساتھ ہر سال معروف قوال اُستاد فتح علی مبارک علی (نصرت فتح علی کے والد اور تایا اور راحت فتح علی کے دادا) رات بھر رونق لگایا کرتے تھے اور مشہور فارسی کلام ''شب جائے کہ من بُو دم'' بھی بڑی گرم جوشی کے ساتھ سنا جاتا تھا۔ محترم دادا حضور 1937ء میں عازمِ سفر ہو گئے تو پھر اُن کے بڑے بیٹے پیزادہ عبدالحمید (ایڈووکیٹ) نے ادب پروری اور ادب دوستی کے سفر کو جاری رکھا، جو کہ خود بھی مادرِ علمی مدینۃ العلوم علی گڑھ کے فارغ التحصیل تھے۔ اُن کے ساتھ علی گڑھ ہی کے دوست محمد علی آذؔر (غازی آباد، یو پی سے آ کر جالندھر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور اعلیٰ ادبی ذوق کے حامل تھے) نے ''بزمِ گرامی'' قائم کر رکھی تھی۔ جو کہ ہفتہ وار شعر و سخن کی محفلوں کو جاری کیئے ہوئے تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ (جالندھر) کے صدر ہونے کے ناطے پیرزادہ عبدالحمید صاحب کے پاس جب وقت کی کمی آڑے آتی تو ان کے علی گڑھ کے جونیئر ساتھی ان محفلوں کی ذمہ داریاں بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا کرتے تھے۔ جن میں جسٹس (ر) یعقوب علی کا نام قابل ذکر ہے۔

بالآخرایک سفرِ ہجرت آن پہنچا۔ باوجود دشواریوں کے ایک روحانی خوشی سب کو حاصل ہوگئی تھی کہ ایک نیا اور اپنا ملک بن چکا تھا لیکن چونکہ جالندھر آخری وقت میں پاکستان میں شامل نہ ہو سکا اس لئے ہمارا شیرازہ ہی بکھر کر رہ گیا۔ خاندان کے لوگ احباب لاہور۔کراچی ۔راولپنڈی اور ملتان وغیرہ میں سکونت پذیر ہوگئے ۔پھر سے ایک نئی زندگی، نیا سفر اور ایک الگ ماحول۔قدریں بھی تیزی سے بدلنا شروع ہوگئی تھیں اور شاید فکر معاش اورنفسانفسی حاوی آنے لگی تھی ۔ہم سے پچھلی نسل ہی فارسی کو بھول کر اُردو کو نظرانداز کر کے، انگریزی کی طرف مائل ہوگئی تھی ۔اور یہ غالباً ہر سطح پر ہوا تھا۔اپنی قومی زبان کے ساتھ یہ بدسلوکی اور بے اعتنائی کی کہانی ایک ایسا المیہ ہے جس پر طویل بحث کی جاسکتی ہے۔خود ہمارے خاندان میں پچھلے ساٹھ سال میں سفیر، وزیر، مشیر اور سول سرونٹ تو پیدا ہوئے لیکن ادب اور خصوصاً شاعری کی طرف کوئی پہلے والی خصوصی رغبت نہ دکھائی دی۔ میرا بیٹا فراز احمد (ایچی سن کالج اور اَب LUMS) مجھ سے کہنے لگا کہ آپ نے انگلش میں شاعری کیوں نہیں کی ۔دراصل قصوروار وہ نہیں ہم سب ہیں جو کہ خود بھی دوراہے کا شکار ہیں ۔البتہ خاندان میں اُردو اَدب کی پذیرائی کی کچھ کوششیں ہوئیں ۔مثلاً عبدالحمید پیرزادہ (جو کہ ملتان میں رہائش پذیر ہوگئے تھے) نے ملتان میں اُس وقت آغا شیر احمد خاموش ایڈووکیٹ کے تعاون سے ''مرکزِ رنگ و بُو'' کے قیام کا اہتمام کیا اور پھر سے کچھ رونقیں لگانا شروع کیں ۔یوں 1964ء میں ان کے انتقال کے بعد اُن کے صاحبزادے پیرزادہ عبدِ سعید نے ان محافل کو خاصہ عرصہ جاری رکھا۔

لاہور میں ہمارے ایک سینئر ایگزیکٹو دیانت یار خان صاحب تھے (کراچی یونیورسٹی

کے ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب کے چھوٹے بھائی) جو اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ اُن سے کبھی کبھار کچھ ایسی باتیں ہو جایا کرتی تھیں اور بس پھر وہی ڈپازٹ ٹارگٹ اور برانچ کا منافع زیرِ بحث آجاتا تھا۔ چنانچہ آپ اندازہ کرسکتے ہوں گے کہ کس حد تک سنجیدہ ادبی گفتگو ہو پاتی ہوگی۔ میری کم نصیبی دیکھیئے کہ ڈاکٹر انیسؔ ناگی (میرے بہنوئی) کے لاہور میں ہوتے ہوئے، کبھی مستفید ہونے کا سلسلہ نہ بن سکا۔ ملاقاتوں میں مختلف باتیں اور کرنٹ افیئر زوغیرہ پر ہی بات ہوتی ہے۔ شاید میں اس لئے بھی احتیاط کرتا ہوں کہ وہ غزل (خاص کر روایتی) کے شدید مخالفین میں ہیں اور زبردست ناقد بھی۔

اس کم ترین کو خالقِ ترانہ جناب حفیظؔ جالندھری سے ملاقات کا شرف 1980ء میں حاصل ہوا تھا۔ جب ہم (والد صاحب بھی) ماڈل ٹاؤن میں اُن کی رہائش گاہ پر گئے تھے۔ اُن کی طبیعت ناساز تھی، پھر بھی وہ خاصی دیر بیٹھے اور لیٹے رہے اور والد صاحب سے پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے رہے، مجھے یاد ہے کہ اُن کے پوچھنے اور کہنے پر میں نے ہمت کر کے اپنی بالکل ابتدائی غزل ''آرزوئے وصال کرتے ہو'' کے چند اشعار پیش کئے، جو کہ بینک سے متعلق تھے۔ فوراً کچھ اصلاح کی اور کہنے لگے کہ ٹھیک ہے چھوٹی بحر آسان اور عام فہم ہوتی ہے۔ البتہ انگریزی کے چند الفاظ کے استعمال پر مسکرائے بھی تھے اور فرمایا کہ کوشش جاری رکھو۔ مگر جاری کون رکھتا؟ ہم تو جمع و تفریق میں ایسے گم ہو گئے تھے کہ فرصت ہی میسر نہ ہوسکی۔ مختصر یہ کہ اس سلسلے کو سنجیدگی کے ساتھ اختیار نہ کرسکا۔

قارئین کرام! اس موقع پر ایک دلچسپ اور حیران کن بات (خون کے اثرات کے حوالہ سے) آپ سے ضرور Share کرنا چاہوں گا۔ والدِ محترم کو ہم نے شعر و شاعری

صرف سننے یا پڑھنے کی حد تک دیکھا تھا اور انہوں نے کبھی شعر کہنے میں دلچسپی نہ لی۔ لیکن 1985ء میں جب میری والدہ صاحبہ وفات پاگئیں تو اس کے اثرات انہوں نے شدت کے ساتھ لئے اور اس حد تک مغموم ہوئے کہ ایک قطعہ فارسی میں لکھ ڈالا۔ اُس وقت والد صاحب کی عمر 69 سال تھی اور یہ ان کی پہلی اور آخری مشقِ سُخن تھی۔ یہ اشعار آج بھی ہماری والدہ محترمہ کے مزار پر آویزاں ہیں۔

دَریغہ اہلیہء مَن قضا کَرد

بَود ہر چند منظورِ الٰہی

چوں کَردم فکرِ تحریرِ وفا تش

فلک گُفتہ کہ مغفورِ الٰہی

اِس عاجز نے پچھلے تین برس سے کراچی میں کچھ مصروفیت اختیار کر لی ہوئی ہے۔ اس دوران ایک پرانے واقف محترم انوؔر ڈیرہ دونی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ اُن کے ترنم والے مشاعرے ہم نے بچپن میں ماڈل کالونی، ملیر کینٹ میں سنے ہوئے تھے اور یادداشت میں محفوظ تھے۔ (اَب اُن کے مجموعے ''بارانِ اشک'' اور ''سوچ'' پڑھنے کا موقع بھی مل سکا ہے) ویسے تو آج کل اپنے ذاتی مسائل اور صحت کی وجہ سے بہت پریشان ہیں اور اَدبی گہما گہمی سے بالکل الگ تھلگ۔ لیکن ان کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملتا رہا۔ یوں Skype پر سیکھ سیکھ کرآلو اور مولی والے پراٹھے حرکت میں آ گئے۔

اِن سے حالِ دل بھی بیان کیا اور اصلاح کی بھی درخواست کی۔ جس کی بدولت خاصی رہنمائی مل سکی۔ میری خوش نصیبی ہے کہ محترم ناظم صدیقی صاحب سے بھی ملاقاتوں اور

رہنمائی کا وقت مل سکا۔ جو کہ ملیر کے علاقے میں مشاعروں کے بانی رہے ہیں اور آج کل مکمل گوشہ نشینی اختیار کر چکے ہیں۔

سو اس مختصر اور عامیانہ سے کلام کو غزلیات، نظموں اور قطعات کی صورت میں (یقیناً حمدِ باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ) نذرِ قارئین کر رہا ہوں۔ اس اُمید کے ساتھ کہ حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس کو میری شاعری کا Kinder-garten تصور کر لیا جائے گا اور گنجائش دی جائے گی کہ میں نے تلامذہ کے باقاعدہ مراحل طے نہیں کیئے ہیں۔

ایک عرض اور ہے کہ اپنا تعارف کچھ طوالت کے ساتھ، شاید مختصر سی سرگزشت کی شکل اختیار کیئے ہوئے ہے اور پھر دادا حضور کی قدِ آدم شخصیت کے مدِّ نظر اُن کا تعارف بھی ضروری ہو گیا تھا۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجموعہ ''Three in one'' بن گیا ہے۔ ایسا صرف اس لئے ہوا کہ میں چونکہ اس فیلڈ کا آدمی نہیں ہوں اور نہ جانے دوبارہ یہ یادداشتیں رقم کرنے کا موقع مل بھی سکتا؟ اور ویسے بھی اجنبی اور نو وارد کا لفظ میرا احاطہ کیئے ہوئے تھا۔

آخر میں محترم انورؔ ڈیرہ دُونی اور مکرمی ناظمؔ صدیقی صاحب کا مشکور ہوں کہ جن کی رہنمائی میں، بکھرے ہوئے کلمات کو یکجاء کرنے کی سعی کی ہے اور اس لئے بھی کہ محترم انورؔ صاحب نے ایک گمنام شخص کے کلام پر اظہار رائے کی زحمت گوارا فرمائی۔ پھر اس سہولت کیلئے کہ میرے بہنوئی رضا الحق صدیقی صاحب نے مجھے زحمتوں اور مشکل مراحل سے بچایا (جو خود ادیب و جرنلسٹ ہیں اور آج کل ڈپٹی ڈائریکٹر پبلی کیشنز واپڈا۔ لاہور ہونے کے

ناطے خاصے مصروف ہوتے ہیں) جس کیلئے ان کی فنی مہارت اور ترقی کیلئے دُعا گو رہوں گا۔

اجازت سے پہلے ن۔م۔راشد صاحب کے چند اشعار، جو کہ انہوں نے کیا خوب کہے ہیں حسبِ حال:

کچھ سوالوں میں کچھ جوابوں میں
عمر ساری کٹی عذابوں میں
کر رہے ہیں شمار زخموں کا
پڑ گئے ہم بھی کن حسابوں میں
عمر کٹتی ہے اُن کی کانٹوں پر
پھول رکھتے ہیں جو کتابوں میں
پانیوں کی تلاش میں راشدؔ
ہم بھٹکتے رہے سرابوں میں

اِس کے ساتھ ہی قارئین کرام سے اجازت چاہوں گا۔

فقط۔کم ترین
ساجد پیرزادہ
21-اگست2007ء

رائے گرامی:

محترم ساجد پیرزادہ صاحب میری نظر میں

(از: انور ڈیرہ دونی)

میرا میل جول تقریباً اوائل 1960ء سے ساجد صاحب کے والدِ محترم اور بڑے بھائیوں سے تھا۔ اور اپنے بچپن والے جن مشاعروں کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ یقیناً دیکھے اور سنے ہوں گے مگر اُس وقت یہ خاصے کم عمر تھے۔ بعد میں یہ لوگ لاہور منتقل ہو گئے۔ اَب بہت خوشگوار محسوس ہوا ہے کہ 2005ء سے دوبارہ یہ میرے ساتھ نہ صرف رابطے میں ہیں بلکہ خاصہ وقت بھی گزارتے ہیں۔ چنانچہ ان کی فطرت اور سیرت کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ بوجہ خرابیِ صحت اور شدید ذاتی مسائل کے، میں تو بالکل گوشہ نشین ہو چکا ہوں۔ لیکن کیا کیجئے کہ ساجد صاحب کے خلوص اور چاہت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے کلام پر تبصرہ سے انکار ممکن ہی نہیں رہا۔ البتہ کچھ وقت ضرور لگ جائے گا جس کیلئے میں پیشگی معذرت خواہ ہوں۔ یہاں پر ان کی ہمدردی اور حق پرستی کا تذکرہ نہ کرنا زیادتی کے مترادف ہوگا، جو کہ انہوں نے بریگیڈیئر (ر) ارشد زمان صاحب اور اپنی فلاحی ٹیم کے ساتھ مل کر انجام دیا اور مجھے چند عاقبت نا اندیش افراد اور قبضہ مافیا سے چھٹکارا دلانے کے بعد آج تک ساتھ دیتے رہے۔

ان کی ذات کے بارے میں جو مشاہدہ کیا ہے اس کو چند اشعار کی صورت میں پیش کرنا چاہوں گا۔

ادیبوں شاعروں اہلِ خرد کے ہمنوا ساجد
رہے ہیں عابد و زاہد کی محفل میں سدا ساجد
شعور و آگہی سے بات کرنے کا سلیقہ ہے
خدا کی دین ہے رکھتے ہیں وہ فکرِ رسا ساجد

نظامِ دارِ فانی میں خیالِ آخرت بھی ہے
جُھکاتے ہیں جبینِ بے ریا صبح و مسا ساجد
بہت دن ہوگئے آئے نہیں ملنے کو انورؔ سے
نہیں معلوم مجھ سے ہوگئے ہیں کیوں خفا ساجد

بطور شاعر ان کا کلام اس وقت میرے پیشِ نظر ہے۔ اس کو پڑھ کر مجھے محسوس ہوا ہے کہ اس عطیہء ایزدی کو انہیں زیادہ سنجیدگی سے لینا چاہیئے اور مشقِ سخن جاری رکھنی چاہیئے۔ انہوں نے اشارے، کنائے اور تلمیضات کا اچھا استعمال کیا ہے۔ ردیف کی دلکشی اور موسیقیت بھی اکثر برقرار رکھی ہے اور پھر گُل و بلبل، حُسن و عشق اور ہجر و وصال جیسی روایتی شاعری کے علاوہ غمِ دوراں کو بھی خوب مدنظر رکھتے ہوئے ان مشاہدات و تجربات اور تاثرات کو اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے۔

قارئین خود مطالعہ کرنے کے بعد اس بارے میں نظریہ قائم کریں گے اور میرے خیال میں تحسین سے نوازیں گے۔ ساتھ ہی اس چیز کی گنجائش دیں گے کہ ساجد صاحب نے باقاعدہ زانوئے تلمذ طے نہیں کیا ہے۔

اِن کے کلام کے منتخب اجزاء کو میں قارئین کی نذر کرنا چاہتا ہوں:

☆ اُن کی غزل ''آرزوئے وصال کرتے ہو'' کی عام فہم شعری کیفیت، ایک ذمہ دار دفتری ملازم بہت اچھی طرح محسوس کرسکتا ہے۔

☆ شوخیءاظہارِ محبت کیلئے ''ذرا مسکرا کے دیکھ'' والی غزل خوب ہے۔یا پھر یہ اشعار:

دستِ نازک بڑھاؤ میری طرف
مان جاؤ فرار کے دن ہیں

(اور)

نیچی نظر سے دل پہ گراتے ہو بجلیاں
اللہ رے حجاب ذرا مسکرا کے دیکھ

☆ گوکہ شاعری کو سنجیدگی سے نہ لینے کی وجہ معاشی اور سماجی مصروفیات کی افراط سمجھ آتی ہے لیکن ذات کی تنہائی کی شدت اور غمِ فرقت نے بالآخر سخن گوئی کو خوب ترغیب بھی دی ہے۔کہتے ہیں:

اِک زخم وقت نے دل پر ایسا لگا دیا
فرقت نے یار کی مجھے شاعر بنا دیا

☆ دیکھئے محبوب کے آگے کس معصومیت کے ساتھ دستِ سوال دراز کیا جارہا ہے:

نہ لوٹائیں ہمیں خالی، خیال اتنا رہے ساجدؔ
بجا ہے آج پھر تیرے سوالی بن کے آئے ہیں

☆ اور پھر کسی کی بے وفائی کا برملا اظہار اور شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اپنا تھا کل جو آج وہ اپنا نہیں رہا
اَب تو کسی کا کوئی بھروسا نہیں رہا

(پوری غزل ملاحظہ کریں، پسند آئے گی)

☆ اِسی طرح فکرِ معاش اور مالی ذمہ داریوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور کہنا پڑ گیا کہ:

آ کر چلا گیا ہے تیری زُلف کا خیال
الجھے ہوئے تھے یار، غمِ روزگار میں

☆ اپنی ذات کی تنہائیوں کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

ساجدؔ وہ مجھ کو کیسے سمجھ پائے گا بھلا
میری طرح جہاں میں جو تنہا رہا نہ ہو

☆ ناکامیءتدبیر کے بعد نا اُمیدی کا اظہار کرنا بھی ایک فطری عمل ہوتا ہے۔
انھوں نے کہا ہے:

میرے تخیلات مقدر نہ بن سکے
حالات میری مات کی تصویر بن گئے

جن حادثوں نے راہِ وفا میں جنم لیا
وہ حادثے حیات کی تفسیر بن گئے

☆ اور پھر یہ کہ فرقت کے غم کے باوجود شاعر اس بات پر نازاں ہے کہ محبوب کی توجہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔ کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

ناز ہم کیوں نہ کریں اپنے سُخن پر ساجدؔ
اپنا ہر شعر لبِ یار تک آپہنچا ہے

☆ بعض جگہ پرغمِ جاناں کوغمِ دوراں کے ساتھ ترکیب دے کر حقائقِ حیات بھی بیان کیئے گئے ہیں:

(مثلاً غزل کا صفحہ نمبر 152 اور 144 ملاحظہ ہو)

یہ کیسے لوگ ہیں کیا دیس ہے یہ
ہے نفرت آدمی کو آدمی سے

یا پھر یوں کہا ہے:

اے ساجدؔ انسان کے ہاتھوں
مرتے ہیں انسان ابھی تک

☆ اسی طرح شاعر کا اپنے آپ کو حوصلہ دے کر سنبھالنا بھی اچھا محسوس ہورہا ہے:

شیرازۂ ہستی پہ ستم ہم نہ کریں گے
اَب اُن کے چلے جانے کا غم ہم نہ کریں گے

(پوری غزل پڑھیں لطف آئے گا)

☆ ہجومِ تفکّرات کے باوجود لکھنے والے کا حوصلہ بلند ہے۔ وہ اس سلسلے میں کہتے نظر آتے ہیں کہ:

تاریکیوں کو چھوڑ اُجالوں کی بات کر
اپنے حسین جمیل خیالوں کی بات کر
جن کا جواب عالمِ کُل میں نہ مل سکے
اے باکمال ایسے سوالوں کی بات کر

☆ اس کے علاوہ چھوٹی بحر میں کہی گئی غزل خوبصورت انداز میں ہے۔ جو کہ ''آنکھیں ہیں مخمور نشے میں'' سے شروع ہوتی ہے (پوری غزل کا لطف لیجئے)

☆ چند ایک غزلوں میں اچھے ردیف کا چناؤ اور بانکپن دیکھا جاسکتا ہے۔

مثال کے طور پر: کہاں آگئے ہیں ہم + رہِ زندگی سے ہم + یوں ہی ستاتے چلے گئے دُنیا میں مرجانے تک + ہر بات پہ روتے ہیں + دار تک آپہنچا ہے + اِک جذبہ رواں پایا + چراغاں کریں گے ہم + آخر سلام آہی گیا + دل کی قریں معلوم ہوتی ہے۔

اِن کا درجِ ذیل قطعہ مجھے پسند آیا ہے:

نظر عمیق، خرد ہوش مند با اخلاق
صفاتِ بالا ضروری ہیں آدمی کیلئے
عمل درست اگر ہو نگارِ ہستی میں
تو فکر ہوتی ہے تریاق زندگی کیلئے

مندرجہ بالا نمونہ ءکلام سے ساجد صاحب کے شاعرانہ تخیل کا اندازہ لگانا آسان ہوگا۔ میں صدقِ دل سے دُعا گو ہوں کہ ان کا کلام مقبولِ عام ہو سکے اور اس کے ساتھ ہی قارئین سے رُخصت چاہوں گا۔

فقط والسّلام

خادمِ ادب انوؔر ڈیرہ دُونی

6/80،عباسی مارکیٹ، ماڈل کالونی

کراچی نمبر27

مورخہ 24اکتوبر2007ء

1

نام ونشاں تھا

دُنیا تھی نہ دُنیا کا کوئی نام و نشاں تھا
تاریکیوں میں تُو ہی فقط جلوہ نما تھا

اس لوحِ فلک پر بھی عجب ہُو کا سماں تھا
پُتلا نہ کوئی زیست کے سانچے میں ڈھلا تھا

تخلیق نہ تھی کوئی بھی اس خلقِ خدا کی
تھا تیرے تصور میں فقط پُتلہء خاکی

یہ سلسلہ دُنیا کا بھی بے جان تھا گویا
تصویر کے مانند یہ انسان تھا گویا

تھا ذہن میں تیرے کسی دُنیا کا تصور
گردش میں رہا برسوں تیری سوچ کا مَحور

پہلے ہُوا تخلیق یہ آدم کا سراپا
سجدے کے لئے حکم فرشتوں کو ہُوا تھا

خالق ہوا، مخلوق ہوئی تجھ سے شناسا
یوں سامنے آیا تیری قدرت کا خلاصا

....

2

تُو عریض ہے

تُو عریض ہے تُو طویل ہے
تُو عدیل ہے تُو شکیل ہے
تُو طلوعِ صبح، چراغِ شب
تُو بڑا ہی رَبِّ جلیل ہے

تُو امینِ دیں تُو امینِ جاں
تُو حقیقتوں کا نمونشاں
ہو ابرِ رواں، بحرِ بیکراں
تیری دسترس میں ہے این و آں

تُو سکونِ دل تُو سکونِ جاں
تُو ہی ساجدوں کا ہے ترجماں

....

3

دل و جان ہے اذکارِ محمدؐ

تسکینِ دل و جان ہے اذکارِ محمدؐ
دکھلا دے خُدا ہم کو بھی دربارِ محمدؐ

مل جاتی ہیں عالم کے گناہوں کو پناہیں
لہراتے ہیں جب گیسوئے خمدارِ محمدؐ

مختار ہیں کونین کے جب صلِّ علیٰ آپؐ
محروم نہ ہوگا کوئی میخوارِ محمدؐ

ہیں سجدہ بہ سر روضۂ اقدس پہ فرشتے
دُنیا میں نہیں ثانیء دربارِ محمدؐ

ساقی ہے نہ بادہ ہے، نہ شیشہ ہے نہ ساغر
مدہوش مگر پھر بھی ہیں میخوارِ محمدؐ

ہر اہلِ بصیرت پہ اک دور میں ساجدؔ
ذرّوں سے عیاں ہوتے ہیں اَسرارِ محمدؐ

....

4

صبا مدینے میں

پیام لے کے گئی جب صبا مدینے میں
قبول ہوگئی میری دُعا مدینے میں

خلا میں بحر میں بَر میں تمام عالم میں
کہیں ملِا ہی نہیں ہے خُدا مدینے میں

تمام عمر ہوئی لُطفِ بندگی نہ ملا
ادا جو ایک ہی سجدہ ہُوا مدینے میں

ہر ایک دکھ میں ہے تریاق یہ سبھی کیلئے
ملی ہے مجھ کو وہ خاکِ شفا مدینے میں

مجھے بھی لیتے چلو ساتھ قافلے والو
کہ تیرے ساؔجد کی ہے انتہا مدینے میں

....

5

جشنِ عید میلا دالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

مرحبا صَلِّ علیٰ خیر البشر پیدا ہوئے
دو جہانوں کے نگہباں تاجور پیدا ہوئے

جن کے در کا ذرّہ ذرّہ نُور سے معمور ہے
خاکِ پا سے ان کی سب اہلِ نظر پیدا ہوئے

والیء کون و مکاں صَلِّ علیٰ کے واسطے
یہ زمیں یہ آسماں یہ بحر و بر پیدا ہوئے

سر بہ سجدہ ہیں فرشتے بھی فرازِ عرش پر
آمنہ کے لاڈلے نورِ نظر پیدا ہوئے

بھیجتے ہیں جن پر ساجؔد انبیاء پڑھ کر دَرود
سارے نبیوں میں وہی رنگِ دگر پیدا ہوئے

....

6

منقبت امام حسین علیہ السّلام

ظلمت کا مُرّقع چاند بنا اشکوں کی جھلک ہے تاروں میں
کیا کیا ہے نمایاں رنگِ عزا فطرت کے حسیں نظاروں میں

تسلیم و رضا کا منظر تھا خم شہ کا پئے سجدہ سر تھا
ہوتی تھی نمازِ عشق ادا تلواروں کی جھنکاروں میں

اے اہلِ نظر دیکھو تو ذرا ہوتا ہے تمہارا راہنما
آئینہ ہیں اس کے نقش قدم ہر ذَرّے راہ گزاروں میں

کیا جِنّ و مَلک کیا نوعِ بشر سب پر ہے نمایاں غم کا اثر
اب فرش سے ہے تا عرش بپا اک شورِ عزا غمخواروں میں

شبّیر کا ماتم کرتے ہیں شبّیر کے غم میں روتے ہیں
شبّیر صفت کوئی بھی نہیں افسوس الم برداروں میں

تکمیلِ محبت پاسِ وفا دیکھو تو ذرا اے اہل دغا
تعمیل شریعت ہونی تھی یوں ہو کے رہی تلواروں میں

یہ طَور تھے غازی مردوں کے نیزوں پر چڑھائے سَر جِن کے
سر کٹ تو گئے لیکن نہ جھکے بیدینوں کے درباروں میں

اک چوٹ جگر پر لگتی تھی سر پیٹ کے زینب کہتی تھی
کیوں رسوا ظالم ہم کو کیا یوں کوفے کے بازاروں میں

بے درد اسے کیا سمجھیں گے بے درد اسے کیا جانیں گے
کچھ ہم ہی سمجھتے ہیں ساجدؔ جو لذّت ہے آزاروں میں

....

7

منقبت داتا گنج بخشؒ

مرشد انہیں بنا لو ۔ اس در پہ سر جھکا لو
ہے فیضِ عام جاری ۔ صف میں لگو اور پالو
جنت میں گھر بنا لو!

اس در پہ جو بھی آیا ۔ وہ نُور میں نہایا
تم بھی جبیں پہ اپنی ۔ سجدے اگر سجا لو
جنت میں گھر بنا لو!

اس در کا جو گدا ہے۔ دُنیا سے ماورا ہے
داتا کے نام ساجدؔ ۔ ہستی اگر مٹالو
جنت میں گھر بنا لو!

....

8

ماں

میری ماں مجھ گھُور کر دیکھتی ہے
کہ جیسے میں اُس کا بیٹا نہیں ہوں!
میری چھوٹی بہنیں!!
مجھے ہر گھڑی غمزدہ دیکھ کر سوچتی ہیں!
عجب بھائی ہم کو ملا ہے؟
مُقدّر میں جس کے اُداسی لکھی ہے
مگر میں انہیں دیکھتا دیکھ کر!
اپنی نظریں جُھکا کر!!
کتابوں کی دنیا میں سُکھ ڈھونڈتا ہوں۔

....

9

ایک خلش!

(ماں کیلئے)

مگر سُکھ مجھے اَب تلک نہ ملا ہے
دراصل یہ سب کچھ نہ ماں کے سوا ہے

یادیں ہیں اُس کی جھِل مِل سے تارے
یہ روش اور خلش کا عجب ماجرا ہے

سوچوں میں اپنی مَیں لاتا ہوں اُس کو
پَر خیالوں کا یہ سلسلہ ٹوٹتا ہے

یوں لگتا کہ مجھ سے ہے شاید خفا وہ
جو فرضِ محبت ہُوا نہ ادا ہے

پانیوں کی تلاش ہی میں رہنا سدا
اور بھٹکنا سرابوں میں میری خطا ہے

بُھلانا بھی چاہوں بُھلا نہ سکوں مَیں
یہ رشتہ ہے روح کا بھلا روٹھتا ہے

پُرنم نہ ہو تُو یوں ساجدؔ کہ گویا
ماں تو مہربان مانند خدا ہے

....

10

پھول

زلفوں کے سلسلے ہیں کہ زنجیر ہیں یہ پھول
کس کے حسین خواب کی تعبیر ہیں یہ پھول

لکھی ہے ورق ورق پہ روودادِ زندگی
شاید کہ گُل نگار کی تقدیر ہیں یہ پھول

اے کم نگاہ خلدِ بریں ہے مقامِ گُل
پروردگارِ حسن کی تصویر ہیں یہ پھول

پنہاں ہیں ان میں فکرِ پیمبر کی سطوتیں
عکسِ جمالِ یار کی تنویر ہیں یہ پھول

جلوے ہیں کائنات کے ان کے حجاب میں
یزداں کے مست خواب کی تعبیر ہیں یہ پھول

وابستہ اُن سے ہیں درِ خوباں کی عظمتیں
خالقِ حسن کی اصل میں تدبیر ہیں یہ پھول

نادان ہیں جو ان کو مَسلتے ہیں ناز سے
افسانہء حیات کی تفسیر ہیں یہ پھول

ساجدؔ نے انتخاب کیا ہے اِنہیں حضور
فکر و نظر کے واسطے تنویر ہیں یہ پھول

کلیاں

کیا عجب دل بہار ہیں کلیاں
مست بُھنوروں کا پیار ہیں کلیاں

زیب و زینت ہیں صحنِ گلشن کی
حسن کی راز دار ہیں کلیاں

چاندنی چومتی ہے مکھڑوں کو
چاند کا اعتبار ہیں کلیاں

ہر ستارے میں ہے ضیا ان کی
کس قدر زَر نگار ہیں کلیاں

دشت و صحرا میں صحن گلشن میں
دُور تک مشکبار ہیں کلیاں

نازنینوں تمہاری زلفوں کا
کیا سہانا سنگھار ہیں کلیاں

غم نصیبو اُداس لمحوں میں
آپ کی غمگُسار ہیں کلیاں

اَب تو ساجدؔ بہار لوٹ چلی
چار دن یادگار ہیں کلیاں

12

بہار کے دن

سازِ چھیڑو بہار کے دن ہیں
نغمۂ نَو بہار کے دن ہیں

غنچے چٹکے جواں ہوئیں کلیاں
رُت جواں ہے خمار کے دن ہیں

توڑ کر انتظار کی گھڑیاں
آ بھی جاؤ کہ پیار کے دن ہیں

دستِ نازک بڑھاؤ میری طرف
مان جاؤ فرار کے دن ہیں

رنگتیں چھین لو شگوفوں سے
حُسن والو سنگھار کے دن ہیں

رات کتنی حسین ہے ساجدؔ
چاندنی پر نِکھار کے دن ہیں

....

13

آرزوئے وصال

﴿ملازمت شروع کرنے کے کچھ عرصہ بعد﴾

آرزوئے وصال کرتے ہو
یار تم بھی کمال کرتے ہو

فکرِ بینک اس قدر معاذ اللہ
روز و شب ماہ و سال کرتے ہو

سود لیتے ہو سود دیتے ہو
اپنی روزی حلال کرتے ہو

بِل نہ کیوں زیادہ فون کا آئے
لانگ ڈسٹنس کی کال کرتے ہو

بیچتے ہو مسکراہٹیں جُھوٹی
کیوں ضمیر پرغمال کرتے ہو

(جاری ہے۔۔۔)

گر نہیں مہربان ایگزیکٹو
ناحق اس کا ملال کرتے ہو

قول و فعل کے تضاد کو سمجھو
خار کو گُل خیال کرتے ہو

عزمِ محکم کو رہنما سمجھو
رہزنوں کا خیال کرتے ہو

حالِ دل آج تک تو کہہ نہ سکے
عشق بھی لازوال کرتے ہو

صرف تصوریں اور خیالوں میں
بارہا ۔ عرضِ حال کرتے ہو

عہدِ ماضی کو یاد کرتے ہو
کیوں طبیعت نڈھال کرتے ہو

ختم کردو، بہت کہہ لیا ساجدؔ
کیریئر کیوں پامال کرتے ہو

....

14

زُلفیں

جب وہ زُلفیں سنوار کر گزرے
دل ہزاروں شکار کر گزرے

اُن کے آنچل کے کچھ حسیں جھونکے
زندگی خوش گوار کر گزرے

دھڑکنیں تیز ہوگئیں دل کی
جب ہمیں وہ پکار کر گزرے

شامِ غربت میں ملگجے تارے
وقت کو راز دار کر گزرے

ساتھ گزرے جو وہ بہاروں کے
ہر چمن پُر بہار کر گزرے

اَب نہ آئیں گے لَوٹ کر ساجدؔ
وہ تیرا انتظار کر گزرے

....

15

آنکھ تو ملا

موسم ہے خوشگوار ذرا آنکھ تو ملا
عالم ہے بیقرار ذرا آنکھ تو ملا

مدت ہوئی ہے دعوتِ قلب و نظر کئے
تشنہ ہیں میگسار ذرا آنکھ تو ملا

وہ دیکھ پھول کھلنے لگے ہیں چمن چمن
اے میرے گُل نِگار ذرا آنکھ تو ملا

وہ دیکھ جھوم جھوم کے اُٹھی ہیں بدلیاں
اے ساقیء بہار ذرا آنکھ تو ملا

اِک آگ سی لگی ہے چمن میں تیرے بغیر
جلتے ہیں لالہ زار ذرا آنکھ تو ملا

لمحے یہی ہیں چند جوانی کی خیر ہو
گھڑیاں ہیں سازگار ذرا آنکھ تو ملا

ساؔجد بدل ہی جائے گا یہ رنگِ کائنات
مجھ کو ہے اعتبار ذرا آنکھ تو ملا

....

16

مسکرا کے دیکھ

اے جانِ آفتاب ذرا مسکرا کے دیکھ
غارت گرِ شباب ذرا مسکرا کے دیکھ

خالی ہے نگہتوں سے میرا جامِ زندگی
اے روحِ صد گلاب ذرا مسکرا کے دیکھ

اتنا غرور حُسن پہ واللہ نہ کیجئے
ہے زندگی حُباب ذرا مسکرا کے دیکھ

نیچی نظر سے دل پہ گراتے ہو بجلیاں
اللہ رے حجاب ذرا مسکرا کے دیکھ

بڑھنے لگی ہے اب تو نگاہوں کی تشنگی
رُخ سے ہٹا نقاب ذرا مسکرا کے دیکھ

ساجدؔ خموش ہوگئے ہیں میری زندگی کے تار
پھر چھیڑ دے رباب ذرا مسکرا کے دیکھ

....

17

شکار کرتے ہیں

نظر ملا کے دلوں کو شکار کرتے ہیں
یہ حُسن والے عجب کاروبار کرتے ہیں

ہمارے ساتھ کبھی آسماں کے تارے بھی
تمام رات تیرا انتظار کرتے ہیں

ہمارا خُونِ تمنا ہے رنگِ لالہ و گُل
چمن چمن کو ہِمیں مُشکبار کرتے ہیں

ہزار بار وفا کا فریب کھایا ہے
تیری وفا پہ مگر اعتبار کرتے ہیں

یہ بات اُن کو عطا ہے فقط یہاں ساجدؔ
قرار دے کے بھی جو بے قرار کرتے ہیں

....

18

غارت گرِ شباب

اے غارت گرِ شباب کیا تابندگی کی بات
سہ جائے گر کوئی تو دل پختگی کی بات

اِک ادائے دِل رُبا میں تین ظلم کر دیئے
ہے کس قدر بتلائیں یہ وارفتگی کی بات

دل لے کے منہ کو پھیر لیا توڑ بھی دیا
اُن کی تو دل لگی اپنی دل کی لگی کی بات

لِلّٰہ یہ ستم اور اس قدر نہ کیجئے
آخر کو ہے کسی کی یہ زندگی کی بات

کیا دور آگیا ہے اِک دُوجے کو آدمی
کرتے ہیں یوں شکار کر شرمندگی کی بات

ساؔجد بدل ہی جائے گا یہ رنگ اور سماں
مت توڑیئے بس آس اور اُمیدگی کی بات

....

19

روشنی کیلئے

بھٹک رہے ہیں اندھیرے میں روشنی کیلئے
ملا نہ فقر جنہیں کوئی راہبری کیلئے

نظر نظر سے جنہیں زندگی کی حسرت ہے
جہاں میں ٹھوکریں کھاتے ہیں زندگی کیلئے

ہماری فکر و نظر پر نہیں رہا موقوف
وگرنہ مشعلِ دوراں ہیں تیرگی کیلئے

یہ تیرے حسنِ تجّمل کے سب کرشمے ہیں
کہ منتظر ہیں بہت لوگ بندگی کیلئے

تیرے دیار میں پھرتے ہیں چند دیوانے
جو منتظر ہیں فقط اپنی آگہی کیلئے

اَب اس قدر ہے زمانے میں رہزنی کو فروغ
ترس رہے ہیں بہت لوگ دوستی کیلئے

ہر اِک قدم ہے محبت میں امتحاں ساجدؔ
بڑی کٹھن ہے یہ منزل بھی آدمی کیلئے

....

20

دیوانگی

جو ہُوا عاشقی میں دیوانہ
جل گیا ہے وہ مثلِ پروانہ

آپ کی ہر ادا قیامت ہے
جس پہ سیکھا ہے دل نے مرجانا

بات کو طول دے دیا تم نے
اس لئے بن گئی ہے افسانہ

صرف اپنی سمجھ کا فرق ہے یہ
ورنہ اپنا نہ کوئی بیگانہ

آج پھر غم نے لی ہے انگڑائی
یاد پھر آگیا ہے میخانہ

ہوگئی جب نگاہ ساقی کی
جھوم کر آ گیا ہے پیمانہ

حُسن والوں کے دام سے بچنا
دیکھ ساجدؔ فریب مت کھانا

....

21

زندگی کا زخم

عُمر کا زخم کس نے جَھیلا ہے
زندگی دو گھڑی کا میلہ ہے

کون سمجھا ہے کون جانا ہے
غم کا طوفان ایک ریلہ ہے

اُس کو خوشیاں کہاں میسر ہیں
آدمی جو یہاں اکیلا ہے

زندگی ہار کر ہُوا معلوم
رنج و غم کا جہاں جھمیلہ ہے

ہیر رانجھے کی یاد ہے ساجدؔ
وہ جو مشہور ایک بیلہ ہے

....

22

تمہاری یاد

جب کوئی پھول مسکرایا ہے
تُو بہت مجھ کو یاد آیا ہے

باوجود اس کے بے وفا ہے تُو
پھر بھی تجھ کو گلے لگایا ہے

چُن کے ہر خار میں نے راہوں سے
تیرا ہر راستہ سجایا ہے

دل کی بستی اُجڑ چکی کب سے
اَب اُجالا نہ کوئی سایا ہے

شیش محلوں میں بس رہا تھا میں
کون کُٹیا میں کھینچ لایا ہے

یہ میری یاد کا کرشمہ ہے
تجھ کو دل کے قریب پایا ہے

میں بھی اِک آئینہ ہوں دیکھ مجھے
تیرا ہر عکس اس میں آیا ہے

چھین کر مجھ سے ہر خوشی میری
تُو نے شاید سکون پایا ہے

بس یہی تو کمال ہے ساجدؔ
دشمنوں کو گلے لگایا ہے

23

جُدائی کی گھڑی

جس گھڑی وہ ہوئے جُدا مِل کے
حوصلے پست ہو گئے دل کے

کِھل کِھلا کر جو ہنس دیا گلچیں
ہر کلی پھول بن گئی کِھل کے

دیکے جھوٹی تسلیاں دل کو
فاصلے طے کے ہیں منزل کے

آج ہے کوئی قیس کا ثانی
چاک پردے کرے جو محمل کے

رو دیا سنگدل سرِ محفل
دیکھ کر گھاؤ اپنے بِسمل کے

موج بن جاؤ تم بھی اے ساجدؔ
لب اگر چومنے ہیں ساحل کے

....

24

زد میں آشیانہ

برق کی زد میں آشیانہ ہے
اَب چمن میں کہاں ٹھکانہ ہے
زندگی غم بھرا سمندر ہے
موت راحت کا اِک خزانہ ہے

ٹھوکریں اور رنج و رسوائی
بس یہی پیار کا فسانہ ہے
جُھک گئی ہر جگہ جبیں میری
ہر جگہ تیرا آستانہ ہے

ہنس کر ظلم و ستم کو سہہ لینا
یہ بھی تو شانِ عاشقانہ ہے
کوئی اچھا ہو یا بُرا ساجدؔ
اپنا تو سب سے دوستانہ ہے

....

25

بُھلا دیا نہ ہو

وہ چلا گیا وطن سے، مجھے بُھلا دیا نہ ہو
نہ جانے یاد اُس نے، کبھی پھر کیا نہ ہو

چِٹھی رساں آیا تو میں نے اُسے کہا
بنڈل تو کھول دیکھ، کوئی خط میرا نہ ہو

برسوں سے اپنی ذات میں گُم اس طرح رہا
میرا وجود اُس کے لئے حادثہ نہ ہو

اُس کی وفا شعاری کو الزام کیوں مَیں دوں
محسوس یوں ہُوا ہے کُچھ، میری خطا نہ ہو

ساجدؔ وہ مجھ کو کیسے سمجھ پائے گا بھلا
میری طرح جہاں میں جو تنہا رہا نہ ہو

....

26

وہ اپنا نہیں رہا

اپنا تھا کل جو آج وہ اپنا نہیں رہا
اَب تو کسی کا کوئی بھروسہ نہیں رہا

اچھا تھا وقت لوگ ہمہ گیر تھے سبھی
مشکل پڑی تو کوئی شناسا نہیں رہا

دل اور جگر، خیال، تصور، اُمید، شوق
ایسے لُٹے ہیں کوئی اَثاثہ نہیں رہا

برقِ تپاں نے گر کے نشمین جلا دیا
گلشن میں اَب تو ساؔجد بسیرا نہیں رہا

....

27

دل کی شکستگی نہ دیکھ

عشق فُغاں کا نام ہے دل کی شکستگی نہ دیکھ
اپنے لہو سے رنگ بھر عکس کی برہمی نہ دیکھ

عشق ہے اِک طلب کا نام ذوقِ طلب سے کام لے
شیوۂ دلبری پہ چل عشوۂ دلبری نہ دیکھ

جذبہء اعتماد ہی اہل سفر کو ڈس گیا
کیسے لُٹی ہے راہ میں عظمتِ راہبری نہ دیکھ

رنگِ چمن کی سیر کر کوئی یہ کہہ رہا ہے آج
جام و سبو کو تھام لے جذبہء تشنگی نہ دیکھ

منزلِ ہوش سے ورا میری نظر کی مستیاں
دیدۂ ہوش سے میرا عالمِ بیخودی نہ دیکھ

سجدۂ شوق ہر قدم راہِ حیات میں کیا
مقصدِ بندگی کو سوچ شعراء بندگی نہ دیکھ

ہم تو ہیں ساجدؔ بقا ہم سے بقا ہے جاوداں
ہم ہیں وقارِ انجمن ہم کو یونہی نہ دیکھ

....

28

دار تک آ پہنچا ہے

مِثلِ منصور کوئی دار تک آ پہنچا ہے
خون بہہ کر دَر و دیوار تک آ پہنچا ہے

چیر کر سینہء کوہسار لئے جوئے شیر
آج فرہاد شہرِ یار تک آ پہنچا ہے

اے زلیخا تیرے یوسف کی طرح بکنے کو
پھر کوئی مصر کے بازار تک آ پہنچا ہے

چاکِ دل، چاکِ جگر، چاکِ گریباں مجنوں
دشت سے لیلیٰ کے دربار تک آ پہنچا ہے

تجھ سے ملنے کے لئے سینے پہ پتھر رکھ کر
تیرا عاشق درِ اَغیار تک آ پہنچا ہے

ناز ہم کیوں نہ کریں اپنے سخن پر ساجدؔ
اپنا ہر شعر لَبِ یار تک آ پہنچا ہے

....

29

رقصِ درویش......مَخمور نشے میں

آنکھیں ہیں مُخمور نشے میں
جھوم رہے ہیں چُور نشے میں

کعبہ اور بت خانہ ہم نے
دیکھا ہے معمور نشے میں

جلوؤں میں سرشار تھے موسیٰ
جھوم رہا تھا طُور نشے میں

دیکھے ہیں فردوس میں ہم نے
جِنّ و ملائک حُور نشے میں

گردش میں سب جام ہیں ساقی
میکش ہیں مشکور نشے میں

آج فلک پر چاند ستارے
سب کے سب ہیں چُور نشے میں

بہکی سی ہے آج خرد بھی
جانے کیوں ہے دور نشے میں

زاہد بھی مے نوش ہوئے ہیں
دیکھو ہیں مسرور نشے میں

کیا جانے کیا بات ہوئی ہے
ساجدؔ ہیں رنجور نشے میں

30

غم ہم نہ کریں گے

شیرازۂ ہستی پہ ستم ہم نہ کریں گے
اب اُن کے چلے جانے کا غم ہم نہ کریں گے

اَب اُن کی نگاہوں سے سنے گی اُسے دُنیا
اَب قصہء ہستی کو رقم ہم نہ کریں گے

کس شان سے شانوں پہ وہ زلفوں کو سجا کر
کہتے ہیں کہ مستوں پر کرم ہم نہ کریں گے

گزرے ہوئے لمحوں سے نہیں ہم کو شکایت
گزرے ہوئے لمحوں کا الم ہم نہ کریں گے

تا عمرِ فراق ۔ غمِ جاناں ساجدؔ
سیدھے تو مگر زُلف کے خم ہم نہ کریں گے

....

31

آخرسلام آ ہی گیا

اُن کی جانب سے ہمیں آخر سلام آ ہی گیا
وہ نہ آئے موت کا آخر پیام آ ہی گیا

کس قدر دشوار کُن ہیں زندگی کی منزلیں
چلتے چلتے تھک گئے ہیں تو قیام آ ہی گیا

پردہ داری ہم سے غیروں سے شناسائی حضور
آپ کی الفت میں اِک ایسا مقام آ ہی گیا

پوچھئے نہ ہم سے کچھ تشنہ لبی کی داستاں
ہوش کھو کر گرنے والے تھے کہ جام آ ہی گیا

ہرطرف بکھرے پڑے ہیں لالہ وگُل کے ورق
گلشنِ ہستی میں وہ محشر خرام آ ہی گیا

دیکھئے طوفان کی موجوں میں ہے ساحل کا عکس
ڈوبتی کشتی کو ساحل سے پیام آ ہی گیا

حادثاتِ وقت نے ساجدؔ ہمیں سلجھا دیا
جذبہء عقل و خرد کچھ اپنے کام آ ہی گیا

....

32

آگئے ہیں ہم

یہ کیا مقام ہے یہ کہاں آ گئے ہیں ہم
زندہ ہیں اور جینے سے گھبرا گئے ہیں ہم

کیسا حسیں فریب دیا حُسنِ یار نے
تھا تلخ زہرِ عشق مگر کھا گئے ہیں ہم

آتش کدۂ عشق نہ سینے کا بجھ سکا
خونِ جگر بھی آنکھ سے برسا گئے ہم

کم نصیب تھا وہ دوست جو اپنا نہ بن سکا
جس کے لئے جہان کو ٹھکرا گئے ہیں ہم

یہ حوصلہ یہ ظرف ہمارا تو دیکھئے
طوفاں اُٹھا جو اُن پہ تو ٹکرا گئے ہیں ہم

اپنی مثال آپ ہیں اپنا جواب آپ
وہ آئینہ کہ دیکھ کے شرما گئے ہیں ہم

وہ پاس تھے تو اپنا یہ عالم تھا دوستو!
مثلِ شرر جہان پہ لہرا گئے ہیں ہم

جس نے خلوص دل سے ہمیں یاد کر لیا
ساجؔد ہوا ہے یہ کہ وہیں آگئے ہیں ہم

33

بادہ خواران

بادہ خواروں کا تجزیہ کر لیں
غم کے ماروں کا تجزیہ کرلیں

خاک اُڑتی ہے جن دیاروں میں
اُن دیاروں کا تجزیہ کرلیں

ایک مدت کے بعد آئی ہیں
اُن بہاروں کا تجزیہ کر لیں

گُم ہوئے کتنے کارواں ان میں
رہ گزاروں کا تجزیہ کرلیں

یہ بھی آنسو نہ ہوں غریبوں کے
ان ستاروں کا تجزیہ کر لیں

کس کی روشن جبیں سے ٹوٹے ہیں
ماہ پاروں کا تجزیہ کر لیں

آج کی شب تو آؤ اے ساجدؔ
غمگُساروں کا تجزیہ کر لیں

....

34

زندگی، غم اور بے بسی

گزرے ہیں اس طرح بھی رہِ زندگی سے ہم
گھبرا کے رو دیئے ہیں کبھی بے بسی سے ہم

دل کا کہا بھی مان لیا اور گئے بھی ہم
اُن کی گلی میں خود کو لگے اجنبی سے ہم

خوشیوں میں وہ فریب جہاں نے ہمیں دیئے
سچ مچ خوشی ملی تو ڈرے ہیں خوشی سے ہم

لُوٹے گئے ہیں راہِ وفا میں ہزار بار
تنگ آ چکے ہیں اَب تو غمِ عاشقی سے ہم

گزرے ہیں سامنے سے ہمارے وہ بار ہا
خاموش اُن کو تکتے رہے بے بسی سے ہم

سو بار دوستوں کے ستم ہنس کے سہہ گئے
واقف نہ ہائے پھر بھی ہوئے دشمنی سے ہم

جب روشنی سے آ کے اندھیروں میں گر گئے
بتلاؤ کیا نکلتے بھلا تیرگی سے ہم

(جاری ہے۔۔۔)

کیسے مزے کی بات ہے اُن کی خطاؤں پر
منہ کو چھپاتے پھرتے ہیں شرمندگی سے ہم

دل لے کے منہ کو پھیر لیا توڑ بھی دیا
پچھتائے دیکھے دل ہی انہیں دل لگی میں ہم

ہوتا نہ دل نڈھال جگر چاک آنکھ نم
ان کا یقیں نہ کرتے اگر سادگی سے ہم

اے دوستو تمہاری عنایت کا شکریہ
واقف تو آج ہو ہی گئے دشمنی سے ہم

ساؔجد کہاں کہاں پہ گرے اور سنبھل گئے
ٹھہرے کہیں تو پوچھیں گے آوارگی سے ہم

....

35

ستاتے چلے گئے

کچھ دوست ہم کو یونہی ستاتے چلے گئے
اور ہم فریب دوستی کھاتے چلے گئے

خونِ جگر سے ہم نے جو روشن کئے چراغ
وہ کارواں کو راہ دکھاتے چلے گئے

دشمن یا دوست اور حبیب و رقیب سے
ہم سب کے ساتھ رسم نبھاتے چلے گئے

ہم ہیں کہ اُن کو دیکھ کے آتی ہے جاں میں جاں
وہ ہیں کہ ہم سے آنکھ چراتے چلے گئے

ہم اُس کے ہوگئے ہیں جو ہمارا نہ ہو سکا
ہر غم اُسی کا دل میں سجاتے چلے گئے

ہم کس کو یاد رکھتے بُھلاتے کیسے کیسے
بہتر تھا سب کو ساجدؔ بُھلاتے چلے گئے

....

36

آندھیوں میں دیئے جلائے ہیں

آندھیوں میں دیئے جلائے ہیں
ہم نے کیا کیا فریب کھائے ہیں
موسمِ گُل کی نذر کرنے کو
ہم گلستاں سے خار لائے ہیں
زندگی کو کہیں سُکوں نہ ملا
شہر در شہر گھوم آئے ہیں
کتنے ارمان لے کے پہنچے تھے
کتنے الزام لے کے آئے ہیں
آگے بڑھنے کا حوصلہ ہی نہیں
نقشِ منزل نظر تو آئے ہیں
روحِ شبنم نچوڑ کر ساجدؔ
ہم نے کلیوں کے منہ دُھلائے ہیں

....

37

بہلا رہا ہوں

محبت کے ترانے گا رہا ہوں
غمِ ہستی کو یوں بہلا رہا ہوں

بنامِ گردشِ ایّام ہنس کر
تیری زلفوں کو میں سُلجھا رہا ہوں

کہی جاتی نہیں رُوداد دل کی
اشاروں سے مگر سمجھا رہا ہوں

زمانے اور تُو کیا چاہتا ہے
پرائے جرم پر شرما رہا ہوں

اَجل تُو بدگماں ہرگز نہ ہونا
میں دُنیا میں ذرا سُستا رہا ہوں

کرو جشنِ بہاراں ظلمتوں میں
بڑھو آگے کہ مَیں بھی آ رہا ہوں

جنوں کی نذر کرکے ہوش ساجدؔ
خِرد کو آئینہ دِکھلا رہا ہوں

....

38

شاعر بنا دیا

اِک زخم دل پہ وقت نے ایسا لگا دیا
فرقت نے یار کی مجھے شاعر بنا دیا

اس بے وفا کے پیار کا ایسا نشہ ہوا
سب کچھ بُھلا کے اس نے زمانہ بُھلا دیا

یوں تو ہزار بار گریں دل پہ بجلیاں
اَب کے گریں تو دل کا نشیمن جلا دیا

بے تاب ہو کے جب بھی اُسے یاد کر لیا
آنکھوں نے آنسوؤں کا سمندر بہا دیا

ہمراہ وہ رقیب کے آیا جو قبر پر
بے چین ہو کے سویا تھا مجھ کو جگا دیا

دم آخری ہے اپنا بھی، نہ ستاؤ خُدا گواہ
یہ کہہ کے اُس نے یار، میرا دل ہلا دیا

ساجدؔ ازل سے ہے یہی دستورِ گلستاں
توڑا کسی نے پھول تو کانٹا چُبھا دیا

....

39

زندگی رنگ بدلتی ہے

رنگ پیہم جو یہ بدلتی ہے
جانے کب زندگی سنبھلتی ہے

دل کا ہر تار جُھنجھناتا ہے
کوئی حسرت اگر مچلتی ہے

جب خیالوں میں آ بسے کوئی
پھر طبیعت کہاں بہلتی ہے

کس نے تارِ رَباب چھیڑا ہے
نغمگی سی فضا میں ڈھلتی ہے

شمع کا پیار ہے پتنگے سے
رات بھر اُس کے ساتھ جلتی ہے

جبکہ اُن کو بُھلا دیا ساجدؔ
آہ پھر دل سے کیوں نکلتی ہے ؟

....

40

دلِ داغدار ہنستے ہیں

وہ دیکھئے تو دلِ داغدار ہنستے ہیں
ہمارے حال پہ کیوں غمگسار ہنستے ہیں

فسانے اُن کی محبت کے چھیڑ دے اے دل
بہت دنوں سے میرے راز دار ہنستے ہیں

قدم قدم پہ بہاروں کی حکمرانی ہے
قدم قدم پہ یہاں لالہ زار ہنستے ہیں

فراقِ یار میں آنکھیں تو روئے جاتی ہیں
جگر کے داغ مگر بار بار ہنستے ہیں

شریکِ غم جو رہے میرے آج تک دیکھو
لو آج مجھ پہ وہی میرے یار ہنستے ہیں

روش روش پہ بہاروں نے گیت چھیڑے ہیں
چمن چمن میں گلِ نو بہار ہنستے ہیں

لبوں پہ اپنے ہنسی نام کو نہیں ساجدؔ
وگرنہ ہنسنے کو ہم لاکھ بار ہنستے ہیں

....

41

مرجانے تک

تم ہی بتاؤ کیا کرتے ہم دُنیا میں مر جانے تک
ناحق ہی مرجاتے کیسے یوں بھی موت کے آنے تک

خود پر خود بھی جبر کیئے ہیں لوگوں کے بھی ظلم سہے
کتنی تلخ حقیقت تھی جو پہنچی ہے افسانے تک

ہم نے راز کو راز نہ جانا نہ لوگوں میں جھانک کے دیکھا
کیا کیا قرض چکائے ہم نے نوبت ہے بِک جانے تک

دل نے روح کے تار جھنجوڑے جس دم غم کے گھیراؤ میں
گرتے پڑتے پہنچ گئے ہم آخر کو میخانے تک

زہر خزاں کا پھیل رہا تھا اہلِ گلشن سِسک رہے تھے
شاخوں پر بھی کیا کیا گزری پھولوں کے مُرجھانے تک

سمجھایا تو بہکا مچلا پھر ڈُوبا تو پھر سمجھایا
دل پر ایک قیامت گزری رنگ پہ محفل آنے تک

چاہت اور اخلاص کے بدلے درد ملا ملزوم ہوئے
ساجدؔ اَب تو موت ہی آئے دامن کو پھیلانے تک

....

42

داستانِ غم سُنا دوں

اگر میں داستانِ غم سُنا دوں
جہاں کو خون کے آنسو رُلا دوں

یہ جاں فانی ہے یہ نامِ خُدا دوں
یہی باقی ہے یہ سودا چُکا دوں

زمانہ تجھ کو نظروں سے گرا دے
ترے رُخ سے اگر پردہ اُٹھا دوں

جدا قالب سے میری روح کر دی
مُقدّر پر نہ کیوں تہمت لگا دوں

خطا تو وقت اور ماحول کی ہے
بتا کس جرم کی خود کو سزا دوں

مہ و انجم پہ قدرت ہے مجھے بھی
جہاں چاہوں وہاں بستی بسا دوں

کُھلی ہے چشم انساں سو رہا ہے
بتا ساجدؔ اسے کیسے جگا دوں

....

43

دل کی خوشی کر لے

دوستی کر یا دشمنی کر لے
پوری دل کی ہر اِک خوشی کر لے

لُوٹ لے کارواں محبت کے
چار دن تُو بھی رہزنی کر لے

پھر نہ لوٹیں گے یہ حسیں لمحات
دامنِ حُسن کو تہی کر لے

عشق معراج ہے محبت کی
چھوڑ دُنیا کو عاشقی کر لے

جلوۂ طُور ہے خلاؤں میں
پیدا آنکھوں میں دل کشی کر لے

اُن کو جینے دے زندگی ساجدؔ
ختم اَب اپنی زندگی کر لے

....

قاتل ہے کہاں

قتل کرنا ہے جہاں مجھ کو وہ مقتل ہے کہاں
جس کے ہاتھوں قتل ہونا ہے وہ قاتل ہے کہاں

مے بھری آنکھیں کسی کی روک لیتی ہیں مجھے
ورنہ ساقی میکدے میں آنا مشکل ہے کہاں

دیکھ لیجئے احتیاطاً اپنی زلفیں کھول کر
میرے پہلو میں ابھی تو تھا میرا دل ہے کہاں

حُسن ہے اک بحرِ طوفاں اس سے ٹکرائیں ضرور
لیکن اتنا دیکھ لیں کہ اس کا ساحل ہے کہاں

قیس کا کیا ہے ابھی لو قیس بھی آجائے گا
اتنا بتلا دو مجھے لیلائے محمل ہے کہاں

دوست دشمن اپنے بیگانے سبھی تھے مشترک
ڈھونڈتا پھرتا ہوں ساجدؔ اَب وہ محفل ہے کہاں

....

45

مذاقِ تمنا اُڑا گئی

ہر اِک خوشی مذاق تمنا اُڑا گئی
ہر آرزوئے زیست نشیمن جلا گئی

بے چَینیوں نے مل کر اُجاڑا سکونِ دل
غم کی ہوا چراغِ محبت بجھا گئی

اِک اِک قدم پہ گردشِ دوراں نے آ لیا
اِک اِک قدم پہ یاس قیامت اُٹھا گئی

جینے کا ڈھنگ آیا تو اِک حادثہ ہوا
جب زندگی کو وقت ملا موت آ گئی

فرقت کی رات کٹ نہ سکی عمر کٹ گئی
آئی نوید وَصل تھپک کر سُلا گئی

ساجدؔ فرازِ عرش بھی تھّرا کے رہ گیا
ہر آہ میری ضربِ کلیمی لگا گئی

....

46

معلوم ہوتی ہے

تمہاری یاد جب دل کے قریں معلوم ہوتی ہے
تو بزمِ دوستاں کتنی حسیں معلوم ہوتی ہے

نگاہوں سے عیاں کب حال ہوتا ہے اسیروں کا
نظر جب دل پہ ڈستی ہے کہیں معلوم ہوتی ہے

وہ دیکھو غور سے اہلِ گلستاں کیوں ہراساں ہے
کوئی بجلی نشیمن کے قریں معلوم ہوتی ہے

ستارے ماند پڑ جاتے ہیں گردوں پر ضیاؤں سے
جبینِ ناز پہ بِندیا حسیں معلوم ہوتی ہے

فضاؤں میں ہے رقصاں مست پھولوں کی مہک ساؔجد
کوئی زہرہ جبیں گلشن نشیں معلوم ہوتی ہے

....

47

قربان کرتے جائیے

ہو سکے تو جان و دل قربان کرتے جائیے
حسن والوں پر بھی اِک احسان کرتے جائیے

کل تمہیں شاید ملے تھے زندگی کے موڑ پر
خود شناسا لوگ ہیں پہچان کرتے جائیے

کس قدر دشوار کُن ہے راستہ یہ موت کا
زندگی دے کر اسے آسان کرتے جائیے

داستاں جتنی بھیانک ہے میری یہ دیکھ کر
منتخب ویسا کوئی عنوان کرتے جائیے

یار ہو زندہ تو صحبت کا بڑا امکان ہے
پھر ملیں گے کیا کبھی پیمان کرتے جائیے

جن کا اپنا کوئی بھی پُرساں نہیں ہے دہر میں
اِن پہ تن من دھن سبھی قربان کرتے جائیے

مستقل ٹھہرا نہیں کوئی فنا کے شہر میں
ساجدؔ اَب جانے کا کچھ سامان کرتے جائیے

....

48

دردِ عشق

عنوان دردِ عشق کے بارے میں آئے تھے
ایسے بھی وقت اُن کے اشارے میں آئے تھے

کچھ آس کے قریب تھے کچھ یاس کے قریب
لمحے جو آرزو کے سہارے میں آئے تھے

وہ لُطفِ عہدِ رفتہ کی ہیں یادگار جو
دُنیائے عاشقی کے نظارے میں آئے تھے

مت پوچھئے کہ پہلی ملاقات جب ہوئی
کیا کیا خیال آپ کے بارے میں آئے تھے

ہو خیر جذبِ دل کی پیام اُن کا آ گیا
ساؔجد وگرنہ وہ تو طرارے میں آئے تھے

....

49

چراغاں کریں گے ہم

داغِ جگر جلا کے چراغاں کریں گے ہم
یوں اہتمامِ جشنِ بہاراں کریں گے ہم
اُمید کے چراغ فروزاں کریں گے ہم
یوں غم کی آندھیوں کو پشیماں کریں گے ہم
جوشِ جنوں میں چاکِ گریباں کریں گے ہم
برپا دیارِ غیر میں طوفاں کریں گے ہم
عقل کا اَب رہبر جُنوں کریں گے ہم
یوں رہ گزارِ زیست کو آساں کریں گے ہم
نامِ جفا مٹانے کو کوشاں کریں گے ہم
رسمِ وفا کو دہر میں ارزاں کریں گے ہم
ساؔجد بُھلا کے اُس کو حیراں کریں گے ہم
دنیا میں اپنے جینے کا ساماں کریں گے ہم

....

50

نہ میرے اختیار میں

دیکھا ہے جب سے حُسن کو بہکے خمار میں
دل ہے نہ زندگی ہے میرے اختیار میں

دیکھے تمہارے حسنِ تجمل کو اِک نظر
اتنی کہاں ہے تاب دلِ بے قرار میں

آئے نہ فصلِ گل میں ہمیں راس چار دن
دل کا چمن خزاں نے اُجاڑا بہار میں

آ کر چلا گیا ہے تیری زُلف کا خیال
اُلجھے ہوئے تھے یار غمِ روزگار میں

مجھ کو یقین تھا کہ نہ آئے گا لَوٹ کر
کاٹی ہے پھر بھی عمر تیرے انتظار میں

ساجدؔ نہ پوچھ دل کے اُجڑنے کی داستاں
بے خانماں سے پھرتے ہیں اُن کے دیار میں

....

الزام آ گیا

بہکی نظر تو عشق پہ الزام آ گیا
دل اُن کی جلوہ گاہ سے ناکام آ گیا

ناگن بنی جو زلف تو لہرا کے ڈس گئی
گھائل ہُوا جو دل تو تہے دام آ گیا

کچھ لوگ بزمِ ناز میں بَل کھا کے رہ گئے
جس وقت اُن کے لَب پہ میرا نام آ گیا

اُس بے وفا سے پیار کا اظہار کیا کیا
اِک اِک قدم پہ سامنے انجام آ گیا

مشکل سے اُس نے میری محبت کا دم بھرا
ہچکی جو لی تو موت کا پیغام آ گیا

ساجد خیالِ یار میرے دل کو ڈس گیا
آنسو بہے تو درد کو آرام آ گیا

....

52

دل کی داستان

کس سے دل کی بات کہیں ہم لوگ سبھی انجانے ہیں
حال ہمارا سن کر بھی جو کہتے ہیں افسانے ہیں

یوں تو سارے دوست مُربّی اپنا ہی دم بھرتے ہیں
لیکن ہم نے وقت پڑے پہ دیکھا سب بیگانے ہیں

اُن کی یہ تخریب پسندی آخر اُن کو لے ڈوبے گی
رفتہ رفتہ اُن کے فرضی شیش محل گِر جانے ہیں

ساقی اُن کی کم نظری نے سارا افسوں توڑ دیا
ویراں سا میخانہ ساؔجد اور تہی پیمانے ہیں

....

53

اِک جذبہ رواں پایا

جب آنکھ ملی اُن سے اِک جذبہ رواں پایا
پھر لَب پہ فُغاں آئی اور جاں کو دھواں پایا

ترسی ہوئی آنکھوں میں گزرے ہوئے لمحوں کا
ماتم تھا تمنّا کا اور ابرِ رواں پایا

پہلو میں جو دل ڈھونڈا پھر دل کو کہاں پایا
شعلوں کو جواں دیکھا یادوں کا نشاں پایا

ساجدؔ نے زمانے سے کی راہِ فرار حاصل
ہم جاں سے گزر آئے پر تجھ کو کہاں پایا

....

54

ارمان ابھی تک

دل میں ہیں ارمان ابھی تک
اُن کے ہیں احسان ابھی تک

ان چشموں سے شام سویرے
برپا ہیں طوفان ابھی تک

صحرا صحرا پھول کِھلے ہیں
گلشن ہیں ویران ابھی تک

خرمن خرمن آگ لگی ہے
سویا ہے دہقان ابھی تک

قدم قدم پر ہیں بُت خانے
لُٹتے ہیں ایمان ابھی تک

اس دنیا میں اے فرزانوں
کتنے ہیں نادان ابھی تک

اے ساجؔد انسان کے ہاتھوں
مرتے ہیں انسان ابھی تک

....

55

ہر بات پہ روتے ہیں

ہم اپنے مُقدر کو ہر بات پہ روتے ہیں
ہر داغِ جگر اپنا ہم اشکوں سے دھوتے ہیں

خوشیاں جنہیں حاصل ہیں وہ درسِ زمانہ ہیں
خوشیوں سے تہی دامن تقدیر کو روتے ہیں

کچھ لوگ خیالوں کی دنیا لئے پھرتے ہیں
ہم سوچ کی نیندوں میں مدت ہوئی سوتے ہیں

بیگانہ نہیں اب تک ہم تم سے جدا ہو کر
اکثر غمِ اُلفت کو آہوں میں سموتے ہیں

ہم فصلِ بہاراں میں کر دیتے ہیں نذرانہ
ان آنکھوں سے اَشکوں کے جو ہار پَروتے ہیں

ہم کاٹتے ہیں ساجدؔ انجام پہ اُس شے کو
آغاز پہ خرمن میں جس چیز کو بوتے ہیں

....

56

بےقراریٔ عشق

اَب کوئی عشق بے قرار کہاں
حُسن کی آنکھ اشکبار کہاں

کون مرتا ہے اَب کسی کیلئے
اَب کسی کا کہیں مزار کہاں

غیر تو غیر، اپنے بیگانے
دوست اَحباب غمگسار کہاں

سارے ساتھی ہنسی کے ہیں
مفلسی ہو تو جانثار کہاں

خودغرض ہیں یہاں حبیب و رقیب
اَب کسی کو کسی سے پیار کہاں

اَب تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ گیا
ساجدؔ پہلے سے رازدار کہاں

....

57

دُنیا کا ٹھکرایا ہوا

میں بھی اِک انسان ہوں دُنیا کا ٹھکرایا ہوا
وقت کی سرکار میں بے جرم ہی آیا ہوا

ہر طرف میرے لئے اِک ظلم کی دیوار ہے
جا بجا ہیں قتل گاہیں سر ہے خم کھایا ہوا

آنکھ ڈھونڈے گی کہاں تک اَب اُجالوں کی کرن
پردۂ ظلمات ہے حدِّ نظر چھایا ہوا

بزمِ دُنیا سے اُٹھے ساجؔد برنگِ دل لگی
آنکھ جب کھولی تو جانے خواب تھا آیا ہوا

....

58

اپنالیادوستی سے

ہمیں جس نے بھی دیکھا دشمنی سے
اُسے اپنا لیا ہے دوستی سے

متاعِ زندگانی رہبری ہے
سبق ہم کو ملا یہ رہزنی سے

کسی بھی بے وفا کو دوش مت دو
ہیں واقف حُسن کی سب بے رُخی سے

محبت حاصلِ ایمان و دیں ہے
ملیں دو دل اگر پاکیزگی سے

نہ ہو مانوس اتنا روشنی سے
اُجالے پھوٹتے ہیں تیرگی سے

یہ کیسے لوگ ہیں کیا دیس ہے یہ
ہے نفرت آدمی کو آدمی سے

سدا رہنا نہیں ساجدؔ جہاں میں
ذرا تُو غور کر سنجیدگی سے

....

59

زندگی کی بَریت پر

موت ہے زندگی کی بریت پر
جس طرح کائنات فانی ہے

نہ ہو دُنیا میں اس قدر مشغول
زندگی فقط بلبلہء پانی ہے

حسرتوں کی حسین وادی پر
رنج اور غم کی حکمرانی ہے

رنگ کتنے بدلتی ہے ساجدؔ
زیست کی یہ ادا پرانی ہے

....

60

تُو کیا جانے

آج کی بات گُل کے فسانے
تُو کیا جانے او دیوانے

قدم قدم پر جال بچھائے
راہ میں بیٹھے ہیں بیگانے

سنبھل سنبھل کر رکھنا قدم بھی
او فرزانے ۔ او فرزانے

زیست کی شمع بجھی رہے ساجدؔ
کہاں چلے ہو دیپ جلانے

....

61

سوگئی ہے

چمن جاگتا ہے کلی سو گئی ہے
جگاؤ ذرا زندگی سو گئی ہے

غموں سے کہو بے تکلف رہیں اَب
بہ آغوشِ حسرت خوشی سو گئی ہے

مچل کر تیری زُلف شانوں پہ کھیلی
لَبوں پر ترے تشنگی سو گئی ہے

سبھی کچھ بنامِ محبت لُٹا کر
میری نوجوانی تہی سو گئی ہے

میرے ہمسفر دل کو بجھنے نہ دینا
یہ ساجدؔ تجھے آگہی ہو گئی ہے

....

62

بُھول جا

بُھول جا اپنے پرائے بُھول جا
جو بھی تجھ کو یاد آئے بُھول جا

سچ نہیں ہوتے کبھی ناداں ہے تو
خواب نیندوں کے دکھائے بُھول جا

ظلم اپنوں پر روا ہے اس لئے
زخم جو اپنا لگائے بُھول جا

ماحصلِ زیست ساؔجد رنج و غم
گر خوشی کا لمحہ آئے بُھول جا

....

63

میری تقدیر بَر آئی

اپنی تقدیر اَوج پر آئی
زندگی ڈوب کر اُبھر آئی

ظلمتوں کا طَلسِم ٹوٹ گیا
دیکھیے وہ نئی سحر آئی

آ گئے کارواں اُمیدوں کے
آرزو سرحدیں گزر آئی

ہم پہ یہ زندگی کا احساں ہے
گام در گام با خبر آئی

زلفِ دوراں سنور گئی دیکھو
سب فضا جھوم کر نکھر آئی

اہلِ محفل سنبھل گئے یک دم
اُن کے آنے کی جب خبر آئی

آج پھر بزمِ دوستاں ساؔجد
مدتوں بعد رنگ پر آئی

....

متفرق قطعات

رُباعیات

اور

اشعار

قطعات

نظر عمیق خرد ہوشمند با اخلاق
صفاتِ بالا ضروری ہیں آدمی کے لئے
عمل دُرست اگر ہو نگارِ ہستی میں
تو فکر ہوتی ہے تریاق زندگی کے لئے

☆......☆......☆

میرے تخیلات مقدر نہ بن سکے
حالات میری مات کی تصویر بن گئے
جن حادثوں نے راہِ وفا میں جنم لیا
وہ حادثے حیات کی تفسیر بن گئے

☆......☆......☆

مجھ کو حیات و موت کی الجھن میں ڈال کر
جانے عزیز یار مُرّبی کدھر گئے
میں تھا اکیلا یاس کا صحرا تھا دُور تک
میں خود بخود گیا ہوں میرے غم جدھر گئے

☆......☆......☆

بے رُخی شیوۂ اَصنام ہے اے دل والو
یہ وفاؤں کا ثمر رنگِ جفا دیتے ہیں
پیار کی بھیک نہ مانگ عشق کو بدنام نہ کر
حسن والے کہیں کچھ نامِ خُدا دیتے ہیں؟

رُباعیات:

تاریکیوں کو چھوڑ اُجالوں کی بات کر
اپنے حسین جمیل خیالوں کی بات کر
جن کا جواب عالمِ کُل میں نہ مل سکے
اے باکمال ایسے سوالوں کی بات کر

☆......☆......☆

دل میں جب کوئی آرزو نہ رہی
کوئی اُمید و جستجو نہ رہی
گر چکے ہیں نگاہِ ساقی میں
اَب وہ پہلی سی آبرو نہ رہی

☆......☆......☆

مُرجھائی زندگی کی بقا ڈھونڈتے رہے
ہم پتھروں میں اپنا خُدا ڈھونڈتے رہے
پہنچے شگاف ڈال کے عرشِ عظیم تک
ہم تا حیات ایسی دُعا ڈھونڈتے رہے

☆......☆......☆

رُسوا سرِ بازار رہے آپ کی خاطر
یوں بر سرِ پیکار رہے آپ کی خاطر
مرنے کی تمنا کبھی جینے کی سزائیں
یوں بھی تو سرِ دار رہے آپ کی خاطر

انسان کی زندگی سے گزر ہے ہواؤں کا
رشتہ ضرور ہم سے کوئی ہے فضاؤں کا
پھیلا ہُوا زمین سے جو آسمان تک
حدِّ نظر محیط ہے افسوں خلاؤں کا

☆......☆......☆

بلا کا حُسن تھا اُس شوخ کی اداؤں میں
چھپے تھے فتنے کئی اس کی مہربانی میں
غمِ فراق ملا وِصلِ یار کے بدلے
ہماری آنکھ سے برسی ہے آگ پانی میں

☆......☆......☆

ہم نے دیکھا شبِ وَصل یار کا چہرہ
چُھپا تھا چہرے میں اُس راز دار کا چہرہ
قدم قدم جو میری راہبری کو آیا تھا
کہاں سے لاؤں میں اُس آئینہ دار کا چہرہ

☆......☆......☆

رُخسار پہ یوں زُلف سیاہ جھوم کے آئی
وہ جیسے گھٹا جام کا منہ چوم کے آئی
محفل میں ہوئے اپنے رقیب اور زیادہ
اُس شوخ کی جب ہم پہ نظر گھوم کے آئی

اشعار

نہ لوٹائیں ہمیں خالی خیال اتنا رہے ساؔجد
بجا ہے، آج پھر تیرے سوالی بن کے آئے ہیں

☆......☆......☆

یہ چند سکّے اسے کب خرید سکتے ہیں
حضور بکتا ہے ساؔجد خلوص کے بدلے

☆......☆......☆

سادگی پامال کردے گی تیرے احساس کو
تلخ تر ہو جا اگر دنیا میں جینا ہے تجھے

☆......☆......☆

شبِ وصال تھی اور رقص تھا ستاروں کا
ہر ایک پھول پہ تھا سلسلہ بہاروں کا

☆......☆......☆

عجیب حادثہ پیش آیا عمرِ درمیانی میں
وہ کھیل حالات نے کھیلا ہے زندگانی میں

☆......☆......☆

یوں بھی میں نے تجھے اپنوں سے زیادہ چاہا
زندگی تُو ہے کہ تُو پھر بھی دغا دے ہی گئی

☆......☆......☆

عید کی تقسیم بھی کیا خوب ہے اَب کے جناب
کچھ کو پھولوں سے نوازا کچھ کو کانٹے دے دیئے

آنکھوں نے دل کا حال بیان کر دیا مگر
لَب اس کے باوجود نوا ڈھونڈتے رہے

☆......☆......☆

مرتے مرتے بچے حالات سے دو چار رہے
ایسی مشکل میں بھی ہم تیرے طرف دار رہے

☆......☆......☆

میں تیرے پیار کا احساس تو کر سکتا ہوں
میں تیرے درد کا درماں تو نہیں کر سکتا

☆......☆......☆

کانٹوں سے بہر طور گزرتے ہی گئے ہیں
پھولوں کے طلبگار رہے آپ کی خاطر

☆......☆......☆

ہم کوئی بات جو چپکے سے سُنا دیتے ہیں
آپ اُس بات کا افسانہ بنا دیتے ہیں

☆......☆......☆

تیرے لبوں کو چُھو کے جو گزرے حجاب میں
وہ لفظ تیری بات کی تصویر بن گئے

☆......☆......☆

خود ساختہ خداؤں کو جو پُوجتے ہیں لوگ
خالق ہے ایک نام جدا ہے خداؤں کا

حوالہء کتب

ترتیبِ فکر میں شامل ابواب میں سے ایک "کچھ اپنے بارے میں" ہے۔جس میں خاندان کے علمی وادبی پس منظر کی جو معلومات فراہم کی گئی ہیں اور جناب غلام قادر آثر جالندھری کے بارے میں جو مواد مہیا کیا گیا ہے اس کیلئے مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا:

۱۔ سلیم التواریخ (از مولوی اکبر علی صوفی جالندھری)

۲۔ تاریخِ افاغنہء جالندھر (از محمد ایوب خان۔ممبر یادگارِ شہدائے تحریکِ پاکستان کمیٹی)

۳۔ شمیمِ جالندھر (از ابومظہر علی اصغر چشتی صابری)

۴۔ نغمات الاُنس (از شیخ ابواسمٰعیل عبداللہ ابن ابوالمنصور محمد)

۵۔ شریف التواریخ (از سید شریف احمد شرافت جالندھری)
(جلد سوم کا حصہ پنجم، ششم، ہشتم)

۶۔ عظمتوں کے چراغ (از ولی مظہر ایڈووکیٹ۔کراچی/ملتان)

۷۔ تذکرہ شعرائے پنجاب (از ڈاکٹر خواجہ عبدالرشید)

۸۔ مکاتیب اقبال بنام گرامی (کے مقدمہ میں۔از مولوی محمد عبداللہ قریشی)

۹۔ "The States of India"
(By Prof. LRF Rush Brook William.
Foriegn Minister, Pataiala State, India &
R. Venkolia Rao M.E.L.A London)

۱۰۔ "Who's Who" (By A&C Black) 1918-1930 Addition
&
1940-1945

۱۱۔ روزنامہ جنگ۔کراچی (تحریر سید فیضی۔تاریخ 31 دسمبر 1973ء)
۱۲۔ فیض محمد شاہی خطی (جلد نمبر 6)
۱۳۔ ماہنامہ قادری نوشاہی۔لاہور (جنوری 1924ء)
۱۴۔ ماہنامہ القادر نوشاہی۔گمٹالہ۔ضلع گورداسپور (جنوری 1925ء)
۱۵۔ بیاض گنجینۂ شرافت (قلمی)